تنظیم اسلامی کا ترجمان

07

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

23 تا 29 جمادی الاخریٰ 1441ھ / 18 تا 24 فروری 2020ء

مدینہ میں حضور ﷺ کے ابتدائی اقدامات

رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہاں اوس اور خزرج دونوں قبیلے ایمان لے آئے تھے۔ اُدھر مکہ سے جو جمعیت تیار ہو کر آئی تھی، یہ سوڈیڑھ سو آدمی تھے جو آزمائش کی بھٹیوں میں سے گزر کر آئے تھے۔

تُو خاک میں مل اور آگ میں جل، جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

لہٰذا آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اقدام (Active Resistance) کا فیصلہ کیا، لیکن چھ مہینے میں آپؐ نے اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانے کی خاطر تین کام کیے۔ اولاً مسجد نبویؐ تعمیر فرمائی، جو عبادت گاہ بھی تھی، خانقاہ اور درس گاہ بھی تھی، پارلیمنٹ اور مشاورت کی جگہ بھی تھی، یہی گورنمنٹ ہاؤس کا مقام بھی رکھتی تھی، یہیں پر وفود بھی آرہے تھے۔ گویا مسلمانوں کا ایک مرکز وجود میں آ گیا۔ ثانیاً آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین ''مواخات'' قائم فرما دی اور ہر مہاجر کو کسی ایک انصاری کا بھائی قرار دے دیا۔ چنانچہ انصارِ مدینہ نے اپنے ان مہاجر بھائیوں کو اپنے گھروں اور دکانوں میں سے حصے دیے اور اپنے ذرائع معاش میں ان کو شریک کیا۔

ہجرت کے بعد چھ ماہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے تیسرا اہم کام یہ کیا کہ مدینہ میں آباد یہودی قبائل کے ساتھ مشترکہ دفاع کے معاہدے کر لیے۔ آپ ﷺ کے اس اقدام کی منٹگمری واٹ اور ٹائن بی نے بہت زیادہ تعریف کی ہے اور اسے آپ ﷺ کے حسنِ تدبر اور statesmanship کا عظیم مظہر قرار دیا ہے۔ مدینہ میں یہود کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے ان تینوں قبائل سے مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر لیا۔ یہ مشترکہ دفاع کا ایک معاہدہ (Joint Defence Pact) تھا کہ اگر مدینہ پر حملہ ہوا تو مسلمان اور یہودی مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ اس معاہدے سے رسول اللہ ﷺ کی پوزیشن بہت مضبوط ہو گئی۔

رسولؐ انقلاب کا طریقِ انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

مغربی تہذیب کے دلدادہ: احساسِ کمتری کا شکار
ترقی اور عروج کا اصل راز
ڈیل آف دی سنچری: پس پردہ......
درد بے چارہ پریشاں ہے......!
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ
سیمینار: کشمیر/شہریت قانون

مومن اپنا وقت بے مقصد مصروفیات میں ضائع نہیں کرتے

سُورۃُ المُؤمِنون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 02، 03

الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾

آیت ۲ ﴿الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ﴿۲﴾﴾ ”وہ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔“

کامیاب‘ بامراد اور فائز المرام اہل ایمان وہ ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے ان کی توجہ رکعتوں کی گنتی پوری کرنے پر ہی مرکوز نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی نمازوں میں عاجزی اور فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ ان کی نمازیں حقیقی خشوع وخضوع کا منظر پیش کرتی ہیں۔

آیت ۳ ﴿وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾﴾ ”اور جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔“

یعنی ان کا دوسرا وصف ہے۔ بے کار باتوں سے احتراز کرنا‘ بچنا‘ دامن بچائے رکھنا۔ لغو سے مراد گناہ یا معصیت کا کام نہیں‘ بلکہ ہر ایسا عمل یا کام ہے جو بے فائدہ اور فضول ہو۔ جیسے لوگ محفل جما کر تاش کھیلتے ہیں اور وقت کو ایسے ضائع کرتے ہیں۔ جیسے یہ کوئی بوجھ (liability) ہو اور اسے سر سے اتار پھینکنا ناگزیر ہو۔ انہیں احساس نہیں ہوتا کہ یہ وقت ہی تو انسان کا سب سے بڑا سرمایہ (asset) ہے۔ اس وقت سے فائدہ اٹھا کر ہی انسان اپنی عاقبت کو سنوار سکتا ہے اور جو اس وقت کو فضول میں ضائع کرتا ہے وہ گویا اپنی عاقبت کو ضائع کرتا ہے۔ اس آیت میں مؤمنین صادقین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ مہلتِ زندگی کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں۔ انہیں زندگی میں ایک ایک لمحے کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صرف ایک دفعہ ”سبحان اللہ“ کہنے سے اللہ کے ہاں ان کے درجات کس قدر بلند ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنا وقت فضول اور بے مقصد مصروفیات میں ضائع نہیں کرتے۔ وہ زندگی کے ایک ایک لمحے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسے اپنی شخصیت کی تعمیر اور آخرت کے اجر وثواب کے حصول کے لیے صرف کرتے ہیں۔

فرمان نبوی

دنیا کا غم

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ کَانَتِ الۡاٰخِرَۃُ ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیۡ قَلۡبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمۡلَہٗ وَاَتَتۡہُ الدُّنۡیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَنۡ کَانَتِ الدُّنۡیَا ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقۡرَہٗ بَیۡنَ عَیۡنَیۡہِ وَفَرَّقَ عَلَیۡہِ شَمۡلَہٗ وَلَمۡ یَاۡتِہٖ مِنَ الدُّنۡیَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَہٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے سب سے زیادہ فکر آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا کر اس کے دل کو تسکین دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل وخوار ہو کر آتی ہے (یعنی دنیا کا مال ومتاع جو اس کی قسمت میں لکھا ہے بغیر کسی شدید مشقت کے آسانی سے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے)۔ جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے (یعنی وہ محسوس کرتا ہے کہ میں لوگوں کا محتاج ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے اُلجھا دیتا ہے (اس لیے وہ سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے) اور دُنیا کا رزق (زیادہ نہیں بلکہ) اسے صرف اتنا ہی ملتا ہے، جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے“۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 جمادی الاُخریٰ 1441ھ جلد 29
18 تا 24 فروری 2020ء شمارہ 07

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغربی تہذیب کے دلدادہ: احساسِ کمتری کا شکار

خواتین کا عالمی سطح پر با قاعدہ دن منانا ظاہر کرتا ہے کہ جدید ذہن میں عورت کے کمتر ہونے کا احساس ہے اور جو خواتین اس میں پیش پیش ہیں وہ احساسِ کمتری کا بُری طرح شکار ہیں۔ اسلام مرد و زن کا نارمل طریقے سے ذکر کرتا ہے۔ ایک خاندان نہ مرد کے بغیر مکمل ہے اور نہ عورت کے بغیر۔ دونوں کے اپنے اپنے حقوق و فرائض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس انسانی جوڑے سے انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ شروع کیا وہ جوڑا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ استثنائی ہے۔ باقی تمام انسان، انبیاء، صالحین اور بادشاہوں سمیت ایک ضابطے کے مطابق دنیا میں آئے۔ اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کا چناؤ مردوں میں سے کیا اور کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ لیکن ہر نبی کو کسی عورت نے جنم دیا اور ہر نبی نے کسی عورت کی گود میں پرورش پائی۔ لہٰذا سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو کیا حیثیت دی ہے اور عورت کو کیا مقام دیا ہے؟ بحیثیتِ انسان مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے اعمال اُن کے لیے نتائج پیدا کریں گے، مرد کے گناہوں کی عورت ذمہ دار نہیں ہوگی اور عورت خود اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتے گی۔ البتہ دنیا میں جب ایک مرد اور ایک عورت رشتہ زوجیت میں منسلک ہو جاتے ہیں اور گھرانہ وجود میں آ جاتا ہے تو گویا ایک ادارہ وجود میں آ جائے گا اور اِس ادارے کا سربراہ صرف ایک مرد ہوگا۔ اِس لیے کہ جس ادارے میں ایک سے زائد چیف ایگزیکٹو ہوں گے تو دینی و دنیوی دونوں قسم کے لوگ اُس ادارے کی تباہی و بربادی کو نوشتۂ دیوار سمجھتے ہیں۔ لیکن سربراہ ایک ہوگا تو پھر ایک نظام قائم ہوگا۔ سربراہ خاندان گھرانے کے دوسرے افراد سے مشورہ کرے گا اور آخری فیصلہ دے گا، مشورہ سب دے سکتے ہیں لیکن وہ سب اپنے سربراہ کے فیصلے پر عملدرآمد کرنے کے پابند ہوں گے۔

مغرب نے اِس نظام کو تلپٹ کر دیا، مرد اور عورت ایک دوسرے کے دائرہ کار میں گھس گئے اور فرائض اور حقوق کو غیر فطری انداز میں تبدیل کر دیا۔ وہ صِنفی فرق جو اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اُسے مٹانے کی کوشش کی۔ اسلام اگرچہ مساوات کا سب سے بڑا علمبردار ہے لیکن مساوات کے معاملے میں انصاف کا نہیں عدل کا قائل ہے۔ یعنی حقوق و فرائض کی تقسیم تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہو، جس طرح آجر اور اَجیر اور محنت و سرمائے کو نصف نصف کر کے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی نصف کرنا مساوات کی بنیاد نہیں بنے گا بلکہ اُن کے مابین عدل کا قیام مساوات پیدا کرے گا اِسی طرح میاں بیوی کے اچھے تعلقات اور اُن کی خوشگوار ازدواجی زندگی کا انحصار حقوق و فرائض نصف نصف کرنے پر نہیں بلکہ عدل قائم کرنے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت اُن کے اپنی اپنی طبعی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق بنائی ہے۔ اُن کی ذہنی ساخت کا بھی اُن کی فطری ذمہ داریوں سے گہرا تعلق ہے۔ مغرب نے جب اِن فطری تقاضوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تو گھر کا ادارہ ایسے زمین بوس ہو گیا جیسے کچی دیواریں آسمانی یا زمینی آفات

سے زمیں بوس ہو جاتی ہیں۔ آج مغرب میں اکثریت کا حال یہ ہے کہ بچے جوان ہوتے ہی ماں سے (باپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا) یوں جدا ہو جاتے ہیں جیسے بلی یا دیگر جانوروں کے بچے بڑے ہو کر اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ بوڑھوں کو اولڈ ہومز میں منتقل کر دیا جاتا ہے جہاں وہ زندگی کے دن پورے کرتے ہیں لہٰذا معاشرہ انتشار کا شکار نظر آتا ہے۔ دوسری طرف اگر اسلامی طرزِ حیات اپنایا جائے تو مرد سربراہ اور خاندان کا کفیل ہوتا ہے۔ وسائل مہیا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے، عورت ان وسائل کو بچوں کی نگہداشت اور پرورش پر صَرف کرے گی، پھر یہ کہ ایک طرف مرد کو قوام بنایا تو دوسری طرف والدین کی خدمت کے حوالے سے ماں کے حقوق باپ سے تین گنا زیادہ بتائے۔ اسی لیے یہ ضرب المثل مشہور ہوئی کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ یہ طرزِ حیات اور نظم اپنانے والا گھرانہ دنیوی دولت کی کمی کے باوجود خوش وخرم اور پُرسکون ہوگا، ایک دوسرے کے لیے محبت اور اخوت کے جذبات رکھتا ہوگا۔ روپیہ اور ڈالر مصنوعی چمک دمک پیدا کرتے ہیں۔ ذہن کو سکون اور دل کو حقیقی راحت نہیں پہنچا سکتے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض صنعت کار اور سرمایہ داروں پر زندگی تنگ ہو چکی ہوتی ہے۔ کاروباری مسائل سے اُلجھا ہوا، لین دین پر لڑتا جھگڑتا مرد جب گھر پہنچتا ہے تو اُسے خانسامے اور ویٹر کی اُجرتی خدمت جو میسر آتی ہے، وہ جذبات سے خالی ہوتی ہے۔ گویا ایسے گھر اور ہوٹل کا فرق اِس کے سوا نہیں ہوتا کہ خدمت کی اُجرت کی ادائیگی فوری نہیں ماہانہ ہوتی ہے۔ دوسری طرف عورت جب خود پر کفالت کی ذمہ داری مسلط کر لیتی ہے اور تلاش معاش میں بازاروں اور دفاتر کا رُخ کرتی ہے تو جو چیز وہ سب سے پہلے کھو دیتی ہے وہ اُس کی نسوانیت اور نزاکت ہے۔ پردہ جو حیا کا قلعہ ہے اس میں شگاف پڑ جاتے ہیں۔ وہ ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار ہو جاتا ہے۔ مرد اور عورت کا آزادانہ میل جول جو فتنہ پیدا کرتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے اور وہ معاشرے میں جو نتائج دیتا ہے اُس کا کون انکار کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اجتماعی زندگی کے تین گوشوں میں سے سیاسی اور معاشی گوشوں میں مغرب ہم پر حتمی فتح حاصل کر چکا ہے۔ سیاسی سطح پر ہم جمہوریت کے کمبل میں لپیٹے جا چکے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارا دم گھٹ رہا ہے اور معاشی سطح پر سود کے لین دین سے ہمیں دنیا میں ہی شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہے۔ البتہ معاشرتی سطح پر ہم میں ابھی کچھ دم خم نظر آتا ہے۔ ابھی نہ مردوں کی اکثریت کی عقل پر اتنا دبیز پردہ پڑا ہے کہ غیرت وحمیت کا نام ونشان ہی مٹ جائے اور نہ ہی عورتوں کی اکثریت خود کو مکمل طور پر بے حیائی کے سیلاب کے حوالے کر چکی ہے۔ صحیح صورتِ حال کی نقشہ کشی کرنا ہو تو یہ کہنا مناسب اور درست ہوگا کہ مردوں کی غیرت وحمیت بُری طرح زخمی ہے اور خطرہ ہے کہ اگر زخم کو مندمل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو بیچاری غیرت وحمیت سے جانبر نہ ہو سکے گی۔ اس طرح عورتوں کی بے پردگی نے حیا کو ایسے کچے جھونپڑے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ مغرب کی طرف سے اُٹھائی گئی آندھیوں اور طوفانوں کا زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب نے آج اِس محاذ پر زوردار حملہ کیا۔ اس کے حملے کا انداز ایسا ہے جیسے کہہ رہا ہو کہ اِن گرتی ہوئی دیواروں کو ایک دھکا اور دو۔ ہمارے لیے اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف اندرونِ ملک بہت سے عناصر اِن مغرب زدہ این جی اوز کے ہاتھوں بِک گئے ہیں اور دوسری طرف مذہبی طبقات غفلت اور اپنے کردار کی وجہ سے اِس طوفان کے آگے بندھ باندھنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ان میں سے بھی اکثر نے شکم پروری کو فوکس کیا ہوا ہے۔ سیاسی مذہبی جماعتیں بَرملا یہ کہتی ہیں کہ ان کا اصل حریف وقت کا حکمران طبقہ ہے۔ وہ اپنے تمام جانی و مالی وسائل اپنے اِس ہدف یعنی حکمرانوں کے نیچے سے کرسی کھینچنے پر صَرف کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس جدوجہد میں بدترین سیکولر بلکہ ملحد قسم کے لوگوں سے بھی تعاون حاصل کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ مذہبی جماعتیں اور تنظیم متحد ہو کر مغرب کی اِس یلغار کو روکیں اور اپنے معاشرتی نظام کو بچائیں۔ معاشرتی نظام بچ گیا تو اِسی صورت میں ہم مستقبل کی ایسی نسل تیار کر سکیں گے جو مغرب کے اُٹھائے ہوئے اس طوفان کے راستے میں چٹان بن جانے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنا دینی فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

☆☆☆

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(06 تا 12 فروری 2020ء)

☆ جمعرات (06 فروری) کو صبح 09:30 بجے دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی جو ظہر تک جاری رہا۔

☆ پیر (10 فروری) کو قرآن اکیڈمی میں تنظیمی اُمور نمٹائے۔

☆ منگل (11 فروری) کو تقریباً 10:30 تا 12:00 بجے دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی تشریف لائے جہاں مرکز میں موجود ذمہ داران سے ملاقات رہی۔

☆ بدھ (12 فروری) کو دن 11:00 بجے قرآن اکیڈمی میں پارٹ I کے ایک طالب علم سے ملاقات رہی اسی دن سہ پہر 03:00 بجے جوہر ٹاؤن کے ایک رفیق کے ہمراہ مقامی مسجد کے امام اور ان کے دو ساتھیوں سے ملاقات رہی۔

ترقی اور عروج کا اصل راز

(سورۃ الحدید کی آیات 8 اور 9 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں نائب امیر تنظیم اسلامی محترم اعجاز لطیف کے 07 فروری 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

قارئین! سورۃ الحدید کا سلسلہ وار مطالعہ جاری ہے۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے اس کی آیت: 7 کا مطالعہ کیا تھا۔ جس میں مسلمانوں سے ایمان اور انفاق کا تقاضا کیا گیا تھا۔ اب آگے اسی حوالے سے مسلمانوں کو جھنجوڑا جا رہا ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ﴾ ”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نہیں ایمان رکھتے اللہ پر! جبکہ رسول (محمد ﷺ) تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم ایمان رکھو اپنے رب پر“ (الحدید:8)

جو ایمان کے دعوے دار ہیں ان کو جھنجوڑا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو تو پھر ایمان کے تقاضے بھی پورے کرو۔ گویا اپنی ذاتی زندگی بھی شریعت کے مطابق ہو اور اجتماعی زندگی میں بھی شریعت کے نفاذ کے لیے جان و مال سے جہاد کیا جائے تو وہ حقیقت میں ایمان لانا ہو گا۔ اس میں ایمان کے لیے ترغیب اور ترہیب دونوں انداز موجود ہیں۔ اس لیے کہ سوالیہ انداز میں پوچھا گیا کہ تم لوگوں کو کیا عذر ہو سکتا ہے کہ تم لوگ ایمان نہیں لاتے ہو حالانکہ تمہاری عقل سلیم کا بھی یہی تقاضا ہے، تمہاری فطرت کا بھی اور اللہ کے رسول ﷺ تمہیں بنفس نفیس اس کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ گویا کہ تقاضا یہ ہے کہ تم صدق دل سے ایمان لاؤ تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم پر لبیک بھی کہو۔ اس لیے کہ اللہ کے نزدیک حقیقی ایمان والے وہ ہیں جن کے بارے میں فرمایا: ”مؤمن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسولؐ پر پھر شک میں ہرگز نہیں پڑے اور انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ یہی لوگ ہیں جو (اپنے دعوائے ایمان میں) سچے ہیں۔“ (الحجرات:15)

یعنی سچے مومن وہ ہیں جنہیں ایمان لانے کے بعد دنیا کی چمک دمک نے متاثر نہیں کیا۔ اس ایک آیت کی روشنی میں آج ہم میں سے ہر مسلمان اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوائے ایمان میں کتنا سچا ہے؟ فرمایا: ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ﴾ ”جبکہ رسول (محمد ﷺ) تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم ایمان رکھو اپنے رب پر“

یہاں یہ بات ذہن میں پیدا ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں چونکہ صحابہؓ کے سامنے آپ ﷺ کی شخصیت موجود تھی اس لیے یہ حکم انہی کے لیے ہے لیکن حقیقت میں آج بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی معنوی شخصیت ہمارے درمیان موجود ہے، آپ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے کامل اُسوۂ حسنہ ہے جو ہمیں عمل کی دعوت دے رہا ہے۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت بالفعل آج بھی موجود ہے کہ چونکہ حقیقی ایمان کے سارے اسباب تمہارے پاس موجود ہیں۔ ایک طرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عقل و فکر سے نوازا ہے، دوسری طرف دلائل و براہین اور اللہ کی آیات کھلی کتاب کی مانند موجود ہیں لہٰذا حقیقی ایمان لاؤ اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا بھی کرو۔

اس آیت سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں کسی غیر پر ایمان کی دعوت نہیں دے رہے بلکہ ایک ایسی ہستی پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں، جو تمہارا رب اور محسن حقیقی ہے، اسی نے تمہیں وجود بخشا اور وہی تمہارا مالک ہے، وہی تمہاری ساری ضروریات پوری کر رہا ہے، وہی تمہیں پال رہا ہے، لہٰذا شکرگزاری اور احسان مندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ صرف اور صرف اسی پر ایمان لایا جائے اور ظاہری چمک دمک اور مال و دولت کی لالچ سے بچا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہلاک ہو جائے درہم اور دینار کا بندہ۔ یعنی نام تو اس کا عبدالرحمان ہے لیکن اپنی ساری تگ و دو درہم و دینار کے لیے کر رہا ہے۔ آج تو مال و دولت کا فتنہ بہت زیادہ ہو چکا ہے کہ روپے، ڈالر، ریال، کے پیچھے دنیا کی اکثریت پڑی ہوئی ہے۔ گویا یہ ہمارے معبود بن چکے ہیں۔ ان کے لیے ہم اپنے ایمان اور عمل کے تقاضوں کو قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جبکہ اللہ و رسول ﷺ کو ایسا ایمان مطلوب ہے جس کے نتیجے میں نہ صرف انسان کا اپنا عمل شریعت کے مطابق ہو بلکہ وہ اجتماعی زندگی میں بھی شریعت کے بھرپور نفاذ کے لیے مال و جان کے ساتھ جدوجہد کر رہا ہو۔

دنیا میں ہمارے سارے جسمانی، نفسانی اور ایمانی تقاضے اللہ کی رحمت کے صدقے پورے ہو رہے ہیں۔ انسان اس کی ساری نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور پھر اسی پر ایمان نہ لائے تو یہ گویا ناشکری کا مقام ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی شان ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہارا ظاہر و باطن، تمہارا جسم و جان اس کی حمد و ثنا اور اس کی مدح میں رطب اللسان ہو جائے اور شکر کا یہ عملی مظاہرہ ہو گا کہ تم ایمان اور عمل کے تقاضوں کو پورا کر کے دکھاؤ۔ اس طرح تمہیں دنیا کی بھلائیاں بھی حاصل ہوں گی اور تمہاری اُخروی نجات بھی ممکن ہو سکے گی۔ اس حوالے سے قرآن و حدیث میں پوری ہدایات موجود ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پتا نہیں ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ایک کھلی کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے اور صحابہ کرامؓ کا اُسوہ بھی ہمارے سامنے موجود ہے کہ کس طرح انہوں نے اللہ پر حقیقی ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا اور کس طرح انہوں نے دل و جان کے ساتھ اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آگے فرمایا:

﴿وَقَدۡ اَخَذَ مِیۡثَاقَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ⑧﴾
(الحدید:8)''اور دیکھو! وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے اگر تم حقیقتاً مؤمن ہو!''

اس میں اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ ہے جس کی بنیاد پر ہم اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ جو کلمہ طیبہ ہے اس کا لازمی اور منطقی تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ کو معبود مانا جائے۔ مالک حقیقی وہ ہے تو اسی کی بات مانی جائے۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ جو کلمہ طیبہ ہم پڑھتے ہیں اس کے تقاضے کیا ہیں۔ فرمایا:

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے سچا' تورات' انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔'' (آیت:111)

جان اور مال اسی کا دیا ہوا ہے لیکن وہی اس کی قیمت لگا رہا ہے کہ اگر اس کو میرے راستے میں لگا دو کھپا دو تو اس کی قیمت تمہارے لیے جنت ہے۔ اس کے لیے جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے سچا' تورات' انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔'' (التوبہ:111)

یعنی شہید بھی ہوتے ہیں اور غازی بھی بنتے ہیں۔

یہ سودا ہم اللہ کے ساتھ کر چکے ہیں اب ہمارے پاس یہ جان اور مال اللہ کی امانتیں ہیں ان کو ہم نے اللہ کے حکموں کے مطابق استعمال کرنا ہے، اس کی اطاعت میں اس کے دین کی سربلندی کے لیے اس طرح سے لگائیں، کھپائیں کہ ہم قتال فی سبیل اللہ کی طرف جانے والی راہ پر جہاد کی سعادت حاصل کریں تاکہ اللہ اپنے فضل سے ہمیں جنت میں داخل فرمادے۔ اسی میثاق کا تذکرہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں بھی فرمایا:

''اور یاد کرو جب نکالا آپ ؐ کے رب نے تمام بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی نسل کو' اور ان کو گواہ بنایا خود ان کے اوپر' (اور سوال کیا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟' انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم اس پر گواہ ہیں۔ مبادا تم یہ کہو قیامت کے دن کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔ یا تم یہ کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے آباء واجداد نے کیا تھا' اور ہم ان کے بعد ان کی نسل میں سے تھے۔ تو (پروردگار!) کیا تو ہمیں ہلاک کرے گا ان باطل پسند لوگوں کے فعل کے بدلے میں؟'' (آیات:172، 173)

آج جو لمحہ ہم اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں بسر کر رہے ہیں اس لمحے ہم اس عہد کو توڑ رہے ہوتے ہیں۔ اسی لیے یاددہانی کے طور پر ہم سے سورۃ الفاتحہ میں بار بار کہلوایا جاتا ہے:

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴾ (سورۃ فاتحہ:1)
''کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔''

رب کے معنی مالک، آقا، Lord کے ہوتے ہیں اور ہم اس کے غلام ہیں جس کا مطلب ہے کہ آقا کی بات ہر جگہ اور ہر گھڑی ماننا۔ غلام اور نوکر میں یہی فرق ہے۔ ہم تو پیدائشی اللہ کے غلام ہیں اسی لیے اللہ نے اس کی یاددہانی کروائی ہے۔

اس عہد و میثاق اور قول و قرار کا تقاضا یہی ہے کہ صدق دل کے ساتھ اللہ کے ہر حکم پر اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اسی طرح سورۃ المائدہ میں فرمایا:

''اور اللہ نے تمہیں جو اپنی نعمت عطا کی ہے اس کو یاد رکھو اور اس معاہدے کو بھی جو اُس نے تم سے باندھ لیا ہے جب تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی۔'' (المائدہ:7)

یہ واقعۂ معراج کے پس منظر میں کہا جا رہا ہے جب صحابہ کرامؓ نے عہد کیا تھا کہ ہم سنیں گے اور اطاعت

پریس ریلیز 14 فروری 2020ء

اسلامی جماعتوں کو بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنا ہوگا

حافظ عاکف سعید

تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ شرم وحیا اسلام کے پیروکاروں کے لیے قلعہ کی مانند ہے جس میں اُن کا ایمان محفوظ رہتا ہے۔ مغرب اور ہمارے معاشرے میں اُس کی تہذیب کے دلدادہ عناصر کی یہ شدید خواہش ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں بے حیائی کا کلچر پروان چڑھے۔ اور اسلامی معاشرے سے بھی مغربی معاشرے کی طرح شرم وحیا کا جنازہ نکلے۔ اسلامی جماعتوں اور احیائی تحریکوں کے کارکنوں کا فرض ہے کہ وہ اُن کے اِن عزائم کو ناکام بنانے کی جدوجہد کریں۔ ویلنٹائن ڈے بھی اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ بے حیائی کو فروغ دینے کی کوشش کا ایک حصہ ہے۔ ہم ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ اسلامی جماعتوں کو بے حیائی کے بڑھتے ہوئے اِس سیلاب کے آگے بند باندھنا ہوگا۔

امیر تنظیم نے کہا شُنید ہے کہ افغان طالبان اور امریکہ کے مابین چند روزہ سیز فائر ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اور اُس کے حواریین بدترین ہزیمت اور شکست سے دوچار ہوئے ہیں اور وہ افغانستان سے باعزت واپسی کی راہ کے متلاشی ہیں مگر امریکہ کی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی عیاریوں اور چالاکیوں سے باز نہیں رہ سکتا لہٰذا افغان طالبان کو چوکنا رہتے ہوئے اس معاہدے کو آگے بڑھانا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امریکہ کی شاطرانہ چال میں آکر میدان میں جیتی ہوئی جنگ مذاکرات کی میز پر ہار دی جائے۔

امیر تنظیم نے مزید کہا ہے کہ ترک سربراہ رجب طیب اردگان کے دورۂ پاکستان کا ہم دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہیں اور یہ اُمید کرتے ہیں کہ اس دورے کے نتیجے میں دونوں برادر اسلامی ممالک میں مزید قربت پیدا ہوگی۔ ترقی کی نئی راہیں کھلیں گی۔ کشمیر اور انڈیا کے حوالے سے ایک مشترکہ لائحہ عمل سامنے آئے گا۔ یہ دورہ مسلم اُمہ کے لیے ہر لحاظ سے خوش آئند ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ یورپ میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کے تدارک کے حوالے سے ترکی کا مؤقف قابل تحسین ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم اُمہ اپنے مسائل کے حل اور خلافتِ راشدہ کی طرز پر غلبۂ دین کی جدوجہد کے لیے ایک پلیٹ فارم پر یکجا ہو۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

کریں گے۔ آگے فرمایا:

''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔'' (المائدہ:7)

یعنی سمعنا اور اطعنا کے تقاضے پورے کرو گے تو تقویٰ کے حامل بنو گے۔ اگر اس کے برعکس زندگی گزار رہے ہو تو وہ فسق و فجور والی زندگی ہے اور اللہ تو سینے کے رازوں سے بھی واقف ہے۔

اس عہد کو پورا کرنا عقل و نقل دونوں اعتبار سے لازم ہے کہ ہم اس کے راستوں کو اختیار کریں۔ ہم عالم ارواح میں یہ عہد کر کے آئے لیکن اس کو بار بار تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور عمل کرنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ یعنی یہ صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ کی ساری باتوں پر صدقِ دل سے نہ صرف یقین ہو بلکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے جن کاموں کی دعوت دی ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار تمام کے انکار کے مترادف ہوگا۔

اب ایسا حقیقی ایمان کہاں سے ملے گا؟ اس کے حوالے سے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ﴾ ''وہی تو ہے جو اپنے بندے (ﷺ) پر یہ آیاتِ بینات نازل کر رہا ہے تاکہ نکالے تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف۔''

یہاں آیات بینات سے کیا مراد ہے؟ اس حوالے سے سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے آپ کی طرف تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اُن کے رب کے اذن سے'' (آیت:1)

ایسے قطعی اور واضح دلائل اور نشانیاں جو حق کو نکھار دینے والی ہوں اور ان میں سے سب سے بڑی، سب سے اہم، سب سے واضح اور سب سے جلی آیت، نشانی اور معجزہ یہ قرآن مجید ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے بار بار مطالبہ کیا جاتا تھا کہ آپ ﷺ ہمیں حسی معجزے دکھایئے جیسے سابقہ انبیاء کو ملتے تھے تو اللہ کا ایک ہی جواب تھا کہ اب یہ قرآن معجزہ ہے۔

گویا ایمان حقیقی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن حکیم ہے۔ اندھیروں سے مراد بے یقینی، شرک، کفر، الحاد، مادیت اور حرص و ہوا کی غلامی ہے اور نور سے مراد ایمان حقیقی ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا گیا کہ خود نبی کریم ﷺ کے ایمان کی تکمیل بھی قرآن مجید کے ذریعے سے ہوئی ہے:

''(اے نبی ﷺ!) آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے لیکن اس (قرآن) کو ہم نے ایسا نور بنایا ہے جس کے ذریعے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں۔'' (آیت:52)

یعنی اس قرآن مجید کے ذریعے سے آپ ﷺ کا قلب مبارک پوری دنیا کے لیے ہدایت کا روشن چراغ بنا اور اسی کی شمعیں ہر طرف روشن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ ایمان قرآن مجید کی آیات بینات کے ذریعے آگے صحابہ کرامؓ کے دلوں میں منور فرمایا۔ یہ منصب اور طریقہ کار قرآن حکیم میں چار مرتبہ بیان ہوا ہے۔ گویا کہ قرآن از خود نور ہے اور اسی سے نور ایمان حاصل ہوتا ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خاں ؎

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

قرآن کی یہی تاثیر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بھی ضروری ہے کہ ہم ایمان حقیقی کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کریں اس لیے کہ دین کی سربلندی کے لیے اللہ کا وعدہ ہی ان کے ساتھ ہے جو حقیقی مومن ہیں:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾﴾ ''اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔'' (آل عمران)

یہ ایمان قرآن کی آیات سے حاصل ہوتا ہے لیکن ہم میں سے ہر شخص کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ہمارے شب و روز کس قسم کی مشغولیات اور لھو و لعب میں گزر رہے ہیں اور اسی وجہ سے آج دنیا میں ہم مغلوب ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾﴾ ''اور یقیناً اللہ تمہارے حق میں بہت رؤف اور رحیم ہے۔'' (الحدید:9)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر واضح دلائل اور روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ وہ تمہیں خواہشات نفس، دنیا پرستی، مال و زر کی محبت کی تاریکیوں سے نکال کر شوقِ ہدایت کے نور عظیم سے مشرف اور ہمکنار کرے تاکہ تم دنیا اور آخرت کی سعادت اور حقیقی فوز و فلاح کو پا سکو۔ یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی اپنے بندوں کے حق میں سب سے بڑی شفقت اور رحمت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شانِ رأوفی اور شانِ رحیمی کا سب سے بڑا مظہر ہی یہ قرآن حکیم ہے جو اس نے اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل فرمایا تاکہ وہ اللہ کے بندوں کو (عقائد اور اعمال کے حوالے سے) اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔ اب اللہ کے بندے قرآن کو فالو کریں گے تو دنیا میں بھی افراط و تفریط کے دھکوں سے بچیں گے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ کے بعد بندوں کو اندھیروں سے نکالنے کی یہ ذمہ آپ ﷺ کی اُمت پر عائد ہوتی ہے:

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔'' (آل عمران:110)

صحابہ کرامؓ نے اس بات کو سمجھا تھا۔ ان کی زندگیاں اس مشن کے تحت گزرتی تھیں۔ دوران جہاد جب ایک بار ایران سے مذاکرات ہوئے تو ایرانی کمانڈر رستم نے پوچھا: پہلے تم آتے تھے اور لوٹ مار کر کے چلے جاتے تھے لیکن اب جاتے ہی نہیں ہو؟ جواب میں حضرت ربیع ؓ نے فرمایا:

(اِنَّا قَدْ اُرْسِلْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْجَهَالَةِ اِلٰى نُوْرِ الْاِيْمَانِ وَمِنْ جَوْرِ الْمُلُوْكِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ)

''بلاشبہ ہم بھیجے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو جہالت کے اندھیروں سے نور ایمان کی طرف اور بادشاہوں کے ظلم و ستم سے عدلِ اسلام کی طرف نکالیں۔''

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج اُمت خود اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہی اس کی مغلوبیت کا سبب ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ نور ہدایت یعنی قرآن سے دوری ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے ہم خود نور ایمان اپنے اندر جذب کریں، اپنے اعمال سے ایک اسلامی معاشرہ قائم کر کے دکھائیں تو پھر ساری دنیا کو ہم اندھیروں سے نکالنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس کے لیے پہلے ہمیں اپنے اس خطہ زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنا ہوگا۔ یہ خطہ زمین ہم نے اللہ سے وعدہ کر کے لیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! آج رب ہمیں جھنجوڑ رہا ہے، پوچھ رہا ہے کہ آپ اس وعدے کو پورا کیوں نہیں کرتے؟ اسی وجہ سے ہم پر خوف، تنگی اور منافقت کا عذاب مسلط ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے اصل کی طرف لوٹ آئیں تاکہ ہم ان مصائب سے نکل سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

38

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

123 گر نیابی صحبتِ مردِ خبیر — از اب و جد آنچہ من دارم بگیر!

عزیزِ من! (ذوقِ طلب میں یہ تلاش جاری رکھ اور جب تک کوئی زندہ مردِ حق نہیں ملتا اس وقت تک) جو کچھ میں نے اپنے آباء و اجداد (سلف) سے حاصل کیا ہے (اور میرے سفرِ زندگی کا حاصل ہے وہ تجھے سمجھا رہا ہوں) وہ پکڑ اور دل و جان سے اس پر عمل پیرا رہ کر تلاش جاری رکھ

124 پیر رومی را رفیقِ راہ ساز — تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

عزیزِ من! تلاشِ مردِ حق کے اس سفر میں تو پیرِ رومی کو اپنا ہم سفر سمجھ لے (ان کے کلام سے اپنے خیالات کو روشن کرتا رہ) تا کہ حق تعالیٰ تجھے اس مبارک جد و جہد میں سوز و گداز (دردِ دل اور دل کی نرمی) عطا فرمائے رکھے

125 زانکہ رومی مغز را داند ز پوست — پائے او محکم فتد در کوئے دوست!

(یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ) رومی تلاشِ حق کے سفر میں ظاہر (پوست APPEARANCE) اور باطن (مغز REALITY) کے فرق کو سمجھتا ہے اور اس خداشناسی اور معرفتِ حق کے سفر میں وہ اپنا پاؤں بڑی مضبوط جگہ رکھتا ہے

123۔ اے پسر! اس راہ میں مستقل مزاجی سے لگے رہنا ہی کامیابی کی راہیں کھولتا ہے جب تک ایسا مردِ راہ اور خضرِ وقت میسر نہ آئے اس وقت تک میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنے اثاثے کو سنبھال کر رکھو اس کی حفاظت کرو اور اس راہ پر چلتے رہو جو تمہارے مسلمان آباء و اجداد سے نسل در نسل مجھ تک پہنچا اور اب میں چاہتا ہوں کہ وہ اسلام، قرآن اور نبی آخر الزماں ﷺ کی امانت و ہدایت تمہیں منتقل کر دوں۔ کسی کو مردِ رازداں و مردِ مومن نہ ملے اس وقت تک اس امانت کو سنبھالو، عمل کرو اور غور و فکر کرتے ہوئے ایک مسلمان بن کر اس کے تقاضے ادا کرتے رہو۔ اب تم جوان ہو یہ امانت جو مجھے اپنی والدہ اور والد کی طرف سے ملی جس کو میں نے سنبھال کر رکھا اب تمہیں منتقل کر کے اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوشی محسوس کرتا ہوں۔ ع سپُردم بتو مایۂ خویش را

124۔ جانِ پدر! میں نے بھی پیر رومی کو اپنا پیر و مرشد اور رہبر بنائے رکھا ہے اور تمہیں بھی نصیحت ہے کہ تم پیرِ رومی کو اپنا رفیقِ سفر و ہمدم بنا لو۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کوئی شخص معصوم اور کامل نہیں۔ جس کی بہت ساری باتیں دینِ اسلام کی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کے فرامین کے مطابق ہوں اس پر عمل کرتے رہو۔ دوسری باتیں ایک طرف کر دو۔ اے مسلم نوجوان! اگر تم میری طرح اس اصول پر عمل کرو گے تو راہِ حق پر رہو گے۔ پیرِ روم کی تعلیمات اور باتوں کو خلقِ خدا ''ہست قرآن در زبانِ پہلوی'' کہتی ہے۔ پیرِ رومی کی تعلیمات عصرِ حاضر کے گمراہ کن فتنوں سے تمہاری حفاظت کریں گی اور تم دردِ دل، دل کی نرمی اور روح کی تر و تازگی کے ساتھ زندگی کے 'جہاد' میں سرخرو ہو سکو گے جہادِ زندگانی کی شمشیروں میں ایک اہم شمشیرِ حقیقت انسان سے آشنا ہونا اور پھر اس تصور یعنی خودی کی حفاظت کرنا بھی ہے۔

125۔ پیرِ رومی آج کے مغربی افکار کی حقیقت کو سمجھتا ہے وہ مغرب کی مادی ترقی اور اس کے پیچھے ابلیسی افکار کو علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہے اور مسلمانوں کے زوال کی وجہ بھی سمجھتا ہے (مغز اور پوست کو علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہے دھوکا نہیں کھاتا) انہوں نے قرآن مجید سے بے رُخی اختیار کر کے علمی میدان میں پسپائی اختیار کی جس کے نتیجہ میں ہم مسلمان مشرق و مغرب میں عملی زوال کا بھی شکار ہیں۔ جب آسمانی ہدایت کے عملی نمونے ماند پڑ جائیں اور ہدایت کی روشنی سیرت و کردار پر مؤثر نہ رہے تو شیطانی خیالات و نظریات جنم لیتے ہیں ماحول سے ان کو موافق حالات ملتے ہیں پھر یہی خیالات نظامِ زندگی کے فلسفے بن جاتے ہیں۔ مغرب نے اُمتِ مسلمہ کے علمی اور عملی زوال کے بعد فلسفیانہ خیالات اور ابلیسی (اسلام دشمن) نظریات کا سہارا لے کر نظام ہائے زندگی پروان چڑھائے ہیں اور یونانی و رومی فلاسفہ کی مشرکانہ اور گمراہ کن اوہام پرستی (علم الاصنام) اور ظالمانہ و جابرانہ انسانیت کش طرزِ حکومت کے گٹھ جوڑ سے آج مغربی تہذیب کا سکہ دنیا میں رواں دواں ہے۔ مسلم معاشرے بھی قرآن سے دُوری کی وجہ سے مغربی فکری یلغار کے زخم خوردہ ہیں یہ مغربی افکار ملحدانہ بے خدا (سیکولر) اور ابلیسی (لبرل) ہیں جس کی لپیٹ میں ساری انسانیت آ چکی ہے۔ 'آدمیت'، شرافت، شرم، حیا، ضمیر اور اخلاق غیر مسلموں (بشمول یہود و نصاریٰ) میں قصہ ماضی بن چکے، پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلمانوں کے یورپی اقوام کی براہ راست غلامی میں چلے جانے کے بعد عالمِ اسلام بھی مغربی ابلیسی (سیکولر اور لبرل) نظریات کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے مغربی نظامِ تعلیم گزشتہ دو صدیوں سے یہی افکار ہماری نوجوان نسلوں کے حلق سے اتار رہا ہے۔ اے جانِ پدر! ان حالات میں مغربی افکار کے زہر سے مغرب میں رہتے ہوئے بچنے کے لیے پیرِ رومی کے افکار و نظریات (جو قرآن مجید کی تعلیمات کا پہلوی زبان میں تذکرہ ہے) کو حرزِ جاں بنانے کے سوا چارہ نہیں ہے۔

نظریۂ پاکستان کو اگر عملی تعبیر مل جائے تو یقینی طور پر پاکستان اتنا مضبوط ہو سکتا ہے کہ ہر باطل قوت سے ٹکرا جائے کیونکہ اس صورت میں پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہونے کے ساتھ نظریاتی بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑا ہوگا: ایوب بیگ مرزا

''مشرق وسطیٰ امن پلان'' سب سے پہلے ٹرمپ کا یہودی داماد جیراڈ کشنر 2017ء میں ڈیل آف دی سنچری کے نام سے بحرین میں سامنے لے کر آیا تھا: رضاء الحق

ڈیل آف دی سنچری : پس پردہ عزائم کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: ٹرمپ کا ''مشرق وسطیٰ امن پلان'' کیا ہے؟ اس میں فلسطینیوں کے لیے بھی کچھ فائدہ ہے یا صرف صیہونی مفادات کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے؟

رضاء الحق: ''مشرق وسطیٰ امن پلان'' سب سے پہلے ٹرمپ کا یہودی داماد جیراڈ کشنر 2017ء میں ڈیل آف دی سنچری کے نام سے بحرین میں سامنے لے کر آیا تھا۔ حقیقت میں یہ پورا پلان ہی دھوکے، فریب، دجل اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پورے پلان کو سمجھنے کے لیے یہود، امریکہ اور اسرائیل کے مستقبل کے پلان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ان کی مذہبی تعلیمات اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں سمجھنا ہوگا کہ اس دور میں وہ کرنا کیا چاہ رہے ہیں۔ یہود نے ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پلان بنایا ہے۔ 28 جنوری 2020ء کو امریکی صدر ٹرمپ نے اس پلان کا اعلان کرنے کے لیے نیتن یاہو کو وائٹ ہاؤس میں خصوصی دعوت دی۔ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو کے مطابق پلان سالوں کی محنت کا نچوڑ ہے اور اس پر بڑے عرصے سے کام جاری تھا۔ اس تقریب میں کچھ عرب سفراء بھی موجود تھے۔ یہ ایسا پلان ہے جس سے تمام تر فوائد اسرائیل کو حاصل ہوں گے جبکہ مسلمانوں کے لیے اس میں نقصان ہی نقصان ہے۔ مثلاً

1۔ اس پلان کے مطابق فلسطین کے سارے علاقے پر اسرائیل ہی کا اختیار اور اقتدار ہوگا۔

2۔ پورا یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا اور تمام مقدس مقامات کا کنٹرول یہود کے ہاتھ میں ہوگا۔

3۔ جو علاقے اسرائیل نے جنگوں میں یا غاصبانہ طور پر حاصل کیے ہیں وہ سارے کے سارے اب اسرائیل اپنے قبضے میں کرلے گا حالانکہ یہ کام اقوام متحدہ کی قراردادوں کے خلاف ہے لیکن اسرائیل یو این او کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ اردن کی وادی بھی اسرائیل کے قبضے میں چلی جائے گی۔ حالانکہ وہ علاقہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

سٹریٹجی کے لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسرائیل کو سارا تازہ پانی وہیں سے ملتا ہے۔ وہیں پر بحیرۂ طبریہ بھی موجود ہے۔ اس تمام علاقے کو اسرائیل اس پلان کے تحت اپنے اندر ضم کرلے گا۔

4۔ یہودی وہاں کے اصل شہری قرار پائیں گے جبکہ فلسطینیوں کو درجہ دوئم کی حیثیت حاصل ہوگی۔

5۔ فلسطینی علاقوں پر یہودیوں کا قبضہ جائز تسلیم کرلیا جائے گا جس کے بعد یہودی فلسطینی علاقوں کے اصل مالک تصور ہوں گے۔

6۔ پلان کے مطابق حفاظت کا حق صرف اسرائیل کو ہے باقیوں کو اسرائیل کی حفاظت پر مامور ہونا چاہیے۔ آئی ڈی ایف جہاں مرضی چاہے کارروائیاں کرے۔

یہ چند باتیں واضح کرتی ہیں کہ اسرائیل کی ریاست مکمل طور پر ایک یہودی ریاست ہوگی۔ اس پلان کے تحت فلسطینیوں کو درج ذیل نقصانات کا سامنا ہوگا۔

1۔ اگر فلسطینی چاہتے ہیں کہ ان کی بھی ایک ریاست ہونی چاہیے تو اس پلان کے تحت مشرقی یروشلم کے مضافات میں کچھ علاقے فلسطینیوں کو دیے جاسکتے ہیں جہاں وہ چار سال کے بعد اپنا دارالحکومت بھی بنا سکتے ہیں۔ لیکن چار سال تک اس علاقے میں کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہوگی۔

2۔ پلان کے مطابق ان چار سالوں میں فلسطینی اپنی عسکری کارروائیاں ختم کریں اور اپنے ہتھیار اسرائیلیوں کے حوالے کردیں۔ صیہونی رجیم کے خلاف پروپیگنڈا بند کردیں۔ اپنا نصاب تعلیم تبدیل کریں جس میں اسرائیل کو برا بھلا نہ کہا جائے بلکہ اس کو قبول کیا جائے۔

3۔ فلسطینیوں کو اس کے بدلے میں کچھ معاشی فوائد بھی دیے جائیں گے لیکن چار سال کے بعد۔ اس سے پہلے فلسطینیوں کو یہ سارے کام کرنے ہوں گے۔

4۔ جو فلسطینی مہاجر ہو کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں ان کو واپس آنے کا کوئی راستہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ اسرائیل نے اب وہ راستہ بند کر دیا ہے۔ کیونکہ اسرائیل کی پارلیمنٹ اب اس کو ویٹو کرے گی۔

اس کے علاوہ پلان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلسطینی اب اپنی پچھلی تاریخ کو بھول جائیں اور فلسطین پر حکومت کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ مختصراً یہ کہ یہودیوں کو وہاں فلسطینیوں کا وجود برداشت نہیں ہوتا اور ان کا پروگرام یہ ہے کہ سارے کے سارے فلسطینی وہاں سے نکل جائیں۔ لہٰذا یہ پلان ایک فراڈ اور دھوکہ ہے۔

سوال: کیا اسرائیل اور امریکہ کے ان اقدامات پر عرب ممالک کی طرف سے کوئی ردعمل آئے گا؟

ایوب بیگ مرزا: یوں تو ایک اصل اصول ہے: Right is might لیکن دنیا میں یہ اصول بن چکا ہے: might is right اور یہ ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے۔ کچھ اقوام نے اسے بڑے مہذب انداز میں استعمال کیا، کچھ اقوام نے اس کو انتہائی ظالمانہ اور جاہلانہ انداز سے استعمال کیا۔ جیسے امریکہ یا اسرائیل آج تک کر رہے ہیں۔ لیکن اب یہ دونوں مل کر دنیا میں جو صورت حال بنا رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کمزور ہے اس کو جینے کا بھی حق نہیں ہے۔ اس وقت اسرائیل نے امریکہ کی مدد سے فلسطینیوں کے لیے جو صورت حال پیدا کر دی ہے تو یہی لگ رہا ہے کہ اب مشرق وسطیٰ اسرائیل کا ہے۔ چاہے عربوں کی تعداد کروڑوں میں ہے لیکن وہ غلام عرب ہیں، وہ ہر معاملے میں اسرائیل کے محتاج ہیں، جنہیں سب کچھ اسرائیل کے ذریعے ملتا ہے۔ 1948ء میں یہ صورت حال تھی کہ کوئی عرب اسرائیل کا نام سننے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ اس کو نیست و نابود کرنا صرف عرب ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان اپنا اوّلین فرض خیال کرتے تھے۔ لیکن 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب عربوں کو شکست ہوئی تو اس کے بعد عربوں کے موقف میں کافی لچک آگئی۔ پہلے اسرائیل کو نیست و نابود کرنا ان کا موقف تھا لیکن شکست کے بعد وہ کہہ رہے تھے کہ 1967ء سے پہلے کی عربوں کی پوزیشن کو بحال کیا جائے۔ یعنی مشرق وسطیٰ کی جغرافیائی سرحدیں 1967ء سے پہلے والی بنا دی جائیں۔ گویا انہوں نے اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کر لیا۔ طاقت آگے بڑھتی گئی اور جن میں ضعف تھا وہ پسپا ہوتے گئے۔ ''ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات'' کے مصداق اگر آپ کمزور ہیں تو پھر طاقتور کا ''حق'' ہے کہ آپ پر زبردستی کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہودیوں نے دنیا کو اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ دنیوی لحاظ سے سارے انسان اس کی مخلوق ہیں اور جو جتنا زیادہ محنت کرے گا اس دنیا میں اللہ اس کو اس کی محنت کا پھل لازمی دے گا۔ یہودیوں نے دنیوی طور پر کوشش کر کے ایک طاقت حاصل کر لی۔ جبکہ مسلمان اپنے اعمال اور کردار کی وجہ سے کمزور سے کمزور ہوتے چلے گئے۔ یقیناً جس انداز سے یہودیوں نے دنیوی ترقی کی ہے اور جس انداز سے وہ آگے بڑھے ہیں، یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جن ذرائع سے بھی طاقت حاصل کی جا سکتی تھی ان کے لیے انہوں نے ہر حربہ آزمایا ہے۔ سرمائے، میڈیا، اور ٹیکنالوجی سمیت ہر لحاظ سے انہوں نے کامیابی حاصل کی۔ البتہ آخرت کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔

سوال: کیا اسرائیل اور بھارت کی عسکری پالیسی ملتی جلتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسرائیل اور بھارت میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے اسلام دشمنی اور اسی دشمنی کو سامنے رکھ کر وہ چل رہے ہیں۔ صرف تھوڑا سا فرق ہے کہ اسرائیل تمام مسلمانوں کو دشمن سمجھتا ہے، جبکہ بھارت بھی اگرچہ تمام مسلمانوں کو دشمن سمجھتا ہے لیکن پاکستان کے اور اپنے مسلمانوں کو زیادہ فوکس کر رہا ہے۔ جس طرح اسرائیل نے فلسطینیوں کو محصور کیا ہوا ہے اسی طرح بھارت نے بھی کشمیریوں کو محصور کیا ہوا ہے۔ دونوں مظالم کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت نے بھی دنیوی لحاظ سے ترقی کی ہے۔ اس نے اقتصادی لحاظ سے ترقی کر کے طاقت حاصل کی ہے جبکہ پاکستان اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوا ہے۔ جب پاکستان کمزور ہوا ہے تو بھارت کو ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں ظالم ظلم کرتا ہے یا جابر جبر کرتا ہے تو وہاں مظلوم بھی اس کی وجہ بنتا ہے کہ اس نے کمزور ہو کر اس کو موقع دیا۔ بہرحال اسرائیل اور بھارت کے بہت سارے اقدامات ملتے جلتے ہیں۔ بھارت اس معاملے میں اسرائیل کا شاگرد ہے۔ لیکن اگر زمینی حقائق کو سامنے رکھیں تو دنیا میں جو مقام اسرائیل کو حاصل ہے وہ بھارت کو ابھی حاصل نہیں ہوا اور مستقبل میں اسے ایک ٹھوکر لگے گی۔ اسرائیل کو بھی لگے گی لیکن فوری طور پر نہیں بلکہ بعد میں ضرور لگے گی۔ اس وقت دنیا میں یہودی ایک گندگی کا ڈھیر ہے اور جب یہ اکٹھے ہو جائیں گے تو پھر ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسے گا اور پھر یہ تباہ ہوں گے۔ یہودیوں کو یہ معلوم ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہونا ہے۔

> 1980ء میں ایک یہودی انوسٹی گیٹیو جرنلسٹ اوڈیڈ ینیون نے اپنا ایک ینیون پلان پیش کیا جو بہت مشہور ہوا۔ اُسی پلان کی بنیاد پر ہی گریٹر اسرائیل کی بات کی جاتی ہے۔

سوال: اسرائیل فلسطین تنازع در حقیقت ہے کیا؟

رضاء الحق: یہودی جو کہتے ہیں کہ یہ علاقہ ہمارا ہے تو وہ اپنی چار ہزار سالہ تاریخ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں اس وقت جو صیہونی اسرائیل پر قابض ہیں وہ وہاں کے مقامی یعنی بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے یہودی نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا یہ دعویٰ بنتا نہیں ہے کہ فلسطین ان کا علاقہ ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا اس مقدس سرزمین سے رشتہ شروع سے ہے۔ اصل میں 1917ء میں بالفور ڈیکلریشن کے ذریعے ایک پلاننگ کی گئی جس کے مطابق سلطنت عثمانیہ کو ختم کیا گیا۔ اس کے لیے پہلی جنگ عظیم کرائی گئی جس کے بعد برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں کو وہاں آکر آباد ہونے کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد یہودی مختلف حیلے بہانوں سے وہاں آکر آباد ہونا شروع ہوئے اور 1948ء میں انہوں نے باقاعدہ ایک ریاست قائم کر لی۔ شروع میں عربوں نے اسرائیل کے خلاف بہت زیادہ مزاحمت کی لیکن 1967ء کی جنگ میں امریکہ کی پشت پناہی میں اسرائیل نے بہت سارے عرب علاقوں پر قبضہ کر لیا تو اس کے بعد عربوں کی پوزیشن بہت کمزور ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ معاہدے ہوئے اور دو ریاستی حل کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا رہا۔ 1980ء میں جب رونلڈ ریگن امریکہ کا صدر تھا تو اس وقت ایک یہودی انوسٹی گیٹیو جرنلسٹ اوڈیڈ ینیون نے اپنا ایک ینیون پلان پیش کیا جو بہت مشہور ہوا۔ اُسی پلان کی بنیاد پر ہی گریٹر اسرائیل کی بات کی جاتی ہے۔ اس کے مطابق حضرت داؤدؑ نے جو ریاست قائم کی تھی اُسی نقشے پر دوبارہ گریٹر اسرائیل کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ ہمارے نزدیک حضرت داؤدؑ کی ریاست تو اسلامی تھی لیکن آج صیہونی اس کا نام استعمال کر کے اس کی آڑ میں ایک باطل دجالی ریاست کا قیام چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ آخری زمانہ یعنی گولڈن ایج

ہے۔اصل میں begining of the end کے دو معنی لیے جاتے ہیں۔ایک وہ جانتے ہیں کہ ہمارا آخری وقت آگیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری گولڈن ایج کا وقت آگیا ہے اور اب ہمارا پوری دنیا پر غلبہ ہوگا اور پھر ہمارے مسایاح نے آنا ہے۔وہ اسی لیے سب تیاریاں کر رہے ہیں۔ان کے نزدیک ایک بڑی جنگ ''آرمیگاڈان'' کا ہونا اب ناگزیر ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک گریٹر اسرائیل کا قائم ہونا ضروری ہے ، مسجد اقصیٰ، قبۃ الصخرہ کا گرنا اور پھر ان کی جگہ تھرڈ ٹمپل کی تعمیر ضروری ہے۔پھر وہاں داؤد علیہ السلام کا تخت لایا جائے گا اور اس پر بیٹھ کر ان کا مسایاح دنیا پر حکومت کرے گا۔ ہمارے نزدیک وہ مسایاح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے لیکن یہودیوں نے ان کو نہیں مانا۔لہٰذا اب دجال ان کے مسایاح کے روپ میں ظاہر ہوگا اور وہ آکر حکومت کرے گا۔وہ کب آئے گا یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سوال: صدر ٹرمپ کے اعلان پر یورپی یونین نے اعتراض کیوں کیا؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ اسرائیل کے جس پلان کو آگے بڑھا رہا ہے یورپ اس کا زیادہ حامی نہیں ہے اس لیے کہ بظاہر گریٹر اسرائیل کے قیام میں جو طاقتیں رکاوٹ بن رہی ہیں ان کو اسرائیل آن بورڈ لے کر چل رہا ہے۔اس حوالے سے روس، چین ، یورپی یونین باقاعدہ مضبوط طاقتیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اس اعلان کے بعد نیتن یاہو روس کے دورے پر گیا یعنی روس کو اعتماد میں لینے کی کوشش کی ہے۔روس اس پورے معاملے میں اپنے آپ کو بہت سنبھال سنبھال کر چل رہا ہے۔یورپ نے ایسا بیان اس لیے دیا ہے کیونکہ گیس کے حوالے سے یورپ کا مکمل انحصار روس پر ہے۔اگر روس اس کو گیس دینا بند کردے تو سارا یورپ ٹھٹھر کر مر جائے گا لہٰذا وہ روس کو بھی آن بورڈ رکھتے ہیں۔لیکن یورپ کو معلوم ہے کہ کوئی ایسا وقت آسکتا ہے جب روس اسرائیل کے اس پلان سے اختلاف کر جائے۔شام کی مثال موجود ہے۔ جہاں بظاہر لگتا یہی تھا کہ امریکہ بشارالاسد کی حکومت کا خاتمہ چاہتا ہے لیکن جیسے ہی روس داخل ہوا تو جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا اور بشارالاسد آج بھی موجود ہے۔اگر روس اس پورے پلان سے باہر آگیا تو یورپ کو روکنا روس کے لیے بہت آسان ہوگا۔کیونکہ امریکہ تو تمام اینٹی اسرائیل فورسز سے جنگ کر رہا ہے۔

رضاء الحق: یورپی یونین نے بہت واشگاف الفاظ میں کہا ہے کہ ہم اس ''امن'' منصوبے کو قبول نہیں کرتے۔ اسرائیل آخرالزمان وقت کے حوالے سے ہماری احادیث کو اچھی طرح جانتا ہے کیونکہ ان کے پاس اس حوالے سے ریسرچ موجود ہے۔امریکہ اور یورپ میں بھی ان پر باقاعدہ ریسرچ کی جاتی ہے اور اسی تناظر میں وہ اپنی پالیسیاں بناتے ہیں۔ان کو معلوم ہے کہ گریٹر اسرائیل کا قیام مشرق وسطیٰ میں ہوگا اور اسی خطہ میں تیسری عالمی جنگ ہوگی۔اسی خطہ میں تیل کے ذخائر بھی موجود ہیں۔اگر جنگ ہوگی تو یورپ کو تیل کی سپلائی رک جائے گی۔ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گریٹر اسرائیل کے منصوبہ کو evengalists سپورٹ کر رہے ہیں جبکہ یورپ میں زیادہ تر رومن کیتھولک عیسائی ہیں جو اس حوالے سے مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔

سوال: موجودہ عالمی حالات کو دیکھتے ہوئے دین سے ہمیں کیا راہنمائی حاصل ہوسکتی ہے؟

رضاء الحق: اس وقت تمام امت مسلمہ یعنی عرب ممالک بشمول او آئی سی کا فرض بنتا ہے کہ فلسطینیوں کو سپورٹ کریں۔اپنی دنیوی منفعت کو پس پشت رکھ دیں اور یہ دیکھیں کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے لیے کس چیز میں بہتری ہے۔جنوبی افریقہ ایک غیر مسلم ملک ہے۔ اس نے BDS کے نام سے ایک تحریک چلائی کہ اسرائیل کا بائیکاٹ کیا جائے ، اس پر پابندیاں لگائی جائیں اور جنوبی افریقہ کا سفیر واپس بلایا جائے ۔اگر ایک غیر مسلم ملک یہ کرسکتا ہے تو عرب ممالک اور مسلم ممالک کو مل کر ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اسرائیل اور امریکہ کے اوپر پریشر ڈال سکیں۔اس میں دنیوی لحاظ سے تو ڈپلومیٹک رول ادا کیا جاسکتا ہے لیکن اہم کام مسلم ممالک اور ان کے مقتدر طبقہ کا یہ ہے کہ وہ دین کو ساتھ لے کر چلیں اور دین کی راہنمائی میں موجودہ صورت حال کو سمجھیں۔قرآن وحدیث میں ہمیں واضح راہنمائی ملتی ہے کہ اس دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے، کس طرح کا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔اسرائیل بھی اپنے مذہب کو سامنے رکھ کر بائبل کی راہنمائی میں گریٹر اسرائیل کے لیے کوششیں کر رہا ہے۔1973ء میں جو عرب اسرائیل جنگ ہوئی تھی اس کو صیہونی آج بھی Youm Kipur War کا نام دیتے ہیں کیونکہ جس دن وہ جنگ شروع ہوئی تھی وہ ان کا مقدس دن تھا۔گویا وہ اس چیز کو اپنے مذہب کے ساتھ جوڑتے ہیں۔لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم پاکستان کی آزادی کے دن کو بھی رمضان المبارک کے ساتھ نہیں جوڑتے۔

سوال: پاکستان کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا چاہیے۔یعنی ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ پاکستان کی بنیاد کیا ہے؟ قیام پاکستان کے دوران کے حالات اور واقعات کو اپنے ذہنوں میں تازہ کریں کہ کس طرح ہمارے بڑوں نے اپنی جان ومال کی قربانیاں دیں۔یہ سب قربانیاں اس لیے دی گئیں کہ اس ملک میں خلافت راشدہ کی طرز پر ایک نظام قائم کیا جائے گا اور اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کا موقع ملے گا۔ان چیزوں کو ہم نے نظریاتی طور پر تسلیم کیا تھا لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا بھی ہو جائیں۔نظریۂ پاکستان کو اگر عملی تعبیر مل جائے تو یقینی طور پر پاکستان اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ ہر باطل قوت سے ٹکرا سکتا ہے۔نظریاتی لحاظ سے پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں فرق ہے۔عرب بھی ہمارے مسلم بھائی ہیں لیکن انہوں نے دنیوی معاملات پر زیادہ فوکس نہیں کیا بلکہ اپنی ریاستوں کی بنیاد قومیت اور نسل پرستی پر رکھی ہے۔پاکستان نے دنیوی لحاظ سے زیادہ ترقی نہیں کی لیکن عسکری لحاظ سے پاکستان ایٹمی قوت ہے۔لہٰذا اگر پاکستان میں اسلام آتا ہے اور پاکستان واقعتاً ایک اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا ہے تو وہ زمینی لحاظ سے ایٹمی طاقت ہوگا اور روحانی لحاظ سے بھی بہت مضبوط ہوگا اور اُسے اللہ کی تائید حاصل ہو جائے گی۔ جب ان دونوں طاقتوں کا ملاپ ہوگا تو ان شاءاللہ کوئی پاکستان کی طرف میلی نظر سے نہیں دیکھ سکے گا۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

درد بے چارہ پریشاں ہے......!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اکیسویں صدی کا انسان، کائنات میں اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز، بے تاج بادشاہ دن بدن تنزلی کی بدترین گراوٹوں، پاتالوں میں گرتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ کی بے آواز لاٹھی ہر جانب کارفرما دیکھی جا سکتی ہے، اگر بیے (دل) کی آنکھ نہ پھوٹ گئی ہو، کور باطنی اور دیدۂ عبرت نگاہ سے محرومی نہ لاحق ہو۔ کورونا وائرس اس سلسلے کی تازہ ترین کڑی ہے۔ (تاج سے مشابہ وائرس، اپنے قبیلے کا بادشاہ ہوگا) ایک سپر پاور کو مجبور و محصور کر کے رکھ دیا۔ 6 کروڑ شہری اپنے شہروں میں محصور ہیں۔ بس، ٹرین، ہائی ویز سب بند۔ خوفزدہ لوگوں نے اپنے اپنے علاقے مزید سیل کر لیے ہیں تاکہ باہر سے کوئی نہ آ سکے۔ ربّ کائنات اور اس کے نظام کے ہاتھوں انسان تمام تر ٹیکنالوجی، طبی ترقی کے باوجود کتنا بے بس ہے!

پہلے مچھر نے طرح طرح انداز بدل بدل کر حملے کیے۔ مچھر کی اوقات دیکھئے۔ گویا دو دھاگے بل دے کر اللہ نے بندے پر چھوڑ دیئے۔ اتنے مہین سے کیڑے میں نظام انہضام، اعصابی نظام، تولید و تناسل، گنگناتی آواز، پر پرواز، انجکشن تاک کر گھپ اندھیرے میں لگانے کی صلاحیت سبھی کچھ خالق نے دے رکھا ہے۔ مچھر ننھا سا ڈرون ہے جو کبھی ملیریا میزائیل بردار اور کبھی ڈینگی میزائیل کا وار کرتا ہے۔ نمرود سے لے کر چاند مریخ مسخر کر لینے والے تک سبھی پر یہ فتح یاب رہا۔ ہم مچھر ختم نہ کر سکے۔ ہمارے ہاں تو خادم اعلیٰ کے دور میں ڈینگی کے خلاف واک جا بجا ہوئی، بینر لہرائے، سیمینار، ورکشاپیں ہوئیں، مگر مچھر کے مہین کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کتنی بڑی صنعت دنیا بھر میں مچھر کنٹرول کے نام پر پیسہ بٹورتی ہے۔

اللہ کی پہچان کو تو ایک مچھر بھی کافی ہے۔ یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا ۔ اب تو بات نظر نہ آنے والی مخلوق کی ہے۔ بیکٹیریا وائرس کی اپنی ایک دنیا ہے جسے برہنہ آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں۔ جنود لم تروھا...... یہ اللہ کے وہ لشکری ہیں جو نظر بھی نہیں آتے۔ دل مردہ نہ ہو تو بات سمجھنی بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کی حقانیت پر قسم کھاتا ہے، ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ یہ نہ نظر آنے والی بلا ہے۔ 2002ء میں ایسی ہی سارز (SARS) نامی بلا آئی تھی جس نے چین سے 26 ممالک کا سفر اختیار کیا تھا اور جسے کنٹرول کرنے میں 8 مہینے لگ گئے تھے۔

اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک جب خالق کو بڑی محنت سے بھلا دے تو تنبیہات آتی ہیں۔ خالق کی پہچان ہر انسان کے لاشعور میں (وعدۂ الست: سورۃ الاعراف) بہت گہری پیوست ہے۔ انسان کے خون کے ہر قطرے، ہر خلیئے، ہر بُن مو میں، ڈی این اے میں رب تعالیٰ کی پہچان وجدانی طور پر موجود ہے، جسے بھلانا، جھٹلانا ممکن ہی نہیں۔ اس اعتبار سے کافر بھی اصلاً کافر نہیں ہوتا، بڑی ڈھٹائی سے روح میں اترے احساس کو جھٹلاتا ہے، جس اللہ کے وجود کا اقرار وہ دنیا میں آنے سے قبل کر چکا ہے۔ اسے آنکھوں کے سامنے پا کر لا الٰہ الا اللہ کہہ چکا ہے! سو یاد دہانی، تذکیر کے لیے آخری نبی مکرم محمد ﷺ کے آنے تک، اس سے پہلے اور بعد، زندگی میں جھنجھوڑ ڈالنے والے جھٹکے انفرادی و اجتماعی آتے ہیں۔ سو آسمانی وبائیں، بلائیں، آفات، سونامی، بپھری ہوئی آگ، طوفان، آتش فشانی، سبھی اللہ کی تنبیہات ہیں۔ ایسے ہی عذابوں اور گرفت کا تذکرہ اللہ سورۃ القمر میں بار بار کرتا ہے اور پوچھتا ہے: ''پھر دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات...... ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے، اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (آیات: 30 تا 32)

المیہ یہ ہے کہ آج مسلمان خود فلاح کا نسخہ بھلائے کفر اور دنیائے کفر پر فریفتہ ہے، اس کا عاشق زار ہے۔ اپنی ذی شان وراثت بھلا کر جاہل یونانی رومی، برہنگی بت پرستی کی تہذیب کے قصیدے پڑھتے ہیں! ''جتنے بھی عیب تھے وہ ہنر ہو کے رہ گئے'' کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ پہلے ہم پڑھتے تھے:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا!

اب ہم حیرت سے مبہوت ہوئے بیان کرتے ہیں کہ چند دن میں ہزار بستر کا ہسپتال کورونا والوں کے لیے تعمیر کر دیا گیا۔ کتنے ماہر فن ہیں! یہ نہیں سوچتے کہ جب مساجد کی تعمیر، آبادی، رونق پر پہرے بٹھا دیے جائیں، تکبیر کے درپے ہو جائیں تو عذابوں پر ہسپتال بنانے پڑ جاتے ہیں! جو باتیں عبرت طلب، پناہ طلب ہوتی ہیں ہم ان پر بھی بیٹھے رشک کناں ہوتے ہیں!

اُدھر آسٹریلیا میں آگ نے ہوش حواس گم کر دیئے ایک ترقی یافتہ جدید ملک کے۔ اب تک (ستمبر 2019ء سے شروع) 110 ارب ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہو چکا۔ سائنسی ٹیکنالوجی سے کنٹرول نہ ہو سکی، بارشوں ہی سے کچھ بہتری آئی۔ اب تک بھی مکمل قابو نہ پایا جا سکا۔ آندھیاں طوفان بھی جاری ہیں۔ پناہ بخدا! تاریخ کی بدترین آگ نے ہمہ گیر نقصان پہنچایا ہے۔ اسی کا سامنا امریکہ مسلسل کر رہا ہے۔ شہروں، گھروں کی بربادی اپنی جگہ، آگ سے سانس کی بیماریاں، معاشی تعلیمی، انفراسٹرکچر نقصانات، سیاحت کی صنعت برباد۔ غرض دنیا بھر میں مسلمانوں کا خون پینے والی ان بلاؤں کی گرفت ہر سو ہے۔ کوئی مستثنیٰ نہیں۔ بھارت الگ مودی کی انتہا پسندی کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ 11 دسمبر 2019ء سے مسلم دشمن (شہریت سے محرومی کی) ترمیم پر اٹھنے والی تحریک اب تیسرے مہینے میں داخل ہونے کو ہے۔ مرد، عورتیں بچے بلا تفریق مذہب، امیر غریب سبھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو!'' کے مصداق اب بھارت تھرا رہا ہے اس ملک گیر تحریک پر۔

رہے ہم، تو ہمیں سونامی اور تبدیلی کے تھپیڑوں نے کہیں کا نہ چھوڑا۔ آپ اپنی ہی صورت بگاڑنے کے درپے ہیں۔ سودی قرض آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ مہنگائی چاند مریخ کو چھونے چلی ہے۔ قوم کا ذوق، اخلاقی بگاڑ، دلچسپیاں دیکھنی ہوں تو نظریاتی مملکت خداداد کا حال حشر بیان کرنے کو ڈراموں میں انہماک اس کے جسدِ روحانی کا

گلاسڑا وجود دکھانے کو کافی ہے۔ شدید چیلنجوں اور خطرات میں گھرے ملک کو جس درجے درد، سوز وغم، حساسیت اور عزم نو درکار تھا، اتنا ہی یہ ڈراموں، فلموں، ناچ رنگ کے نشے میں ڈوبا بے حسی، دین بے زاری اور باہم جوتم پیزاری کا مرقع ہے۔ 5 فروری پر یوم یک جہتی کشمیر بھی ایک درجے میں ڈرامہ ہی محسوس ہوتا ہے۔ زبانی جمع خرچ، پوسٹر، بینر، تصویری نمائش۔ کشمیری سوانگ بھرے لڑکیاں تھیٹری اہتمام کر کے کشمیریوں سے اظہارِ ہمدردی کرتی رہیں۔ فرض ادا ہو گیا۔ زخمی، قیدی، کرفیو، پابندیوں، بھوک، بھارتی فوج کی دہشت ودرندگی کے مارے کشمیر کے شب و روز بدلنے کی حقیقی ٹھوس کوشش دور دور نظر نہیں آتی۔ پورا موسم سرما، کراچی، لاہور اسلام آباد رنگ برنگے فیسٹیول، اختلاط، موسیقی بھرے مناتا رہا ہے۔ ہمارے مرد وزن کشمیر پر آنسو بہاتے، فلسطینیوں، شامیوں کے لیے دل گرفتہ نظر نہیں آتے۔ یہاں تو سوشل میڈیا پر المیہ ڈراموں کے مناظر پر ہچکیاں، سسکیاں، آہیں، کراہیں زیادہ خراج درد وصول کرتے نظر آتے ہیں! اقبالؒ نے کہا تھا 'خطاب بہ جاوید' میں: ''پُرتعیش طرز زندگی، یعنی مال واسباب کی کثرت دل سے سوز (حق کے لیے جلنا، درد) ختم کردیتی ہے۔ اس سے دل میں ناز (تمکنت وغرور) آجاتا ہے، نیاز اور انکساری جاتی رہتی ہے...... میں نے دولت مند، آسودہ حال لوگوں کی آنکھ میں نمی (آنسو) بہت کم دیکھی ہے''۔ (ترجمہ: انجینئر مختار فاروقی) اقبال غم سے دوبارہ مرجاتے اگر وہ یہ دھواں دھار آنسو دیکھ لیتے جو (فحش، دیوثیت، پارٹنر شپ کی ترویج والے) ڈراموں میں اداکارانہ المیوں پر نوجوان اور بڑوں نے یکساں طور پر بہائے! اللہ! ہم سے صرف نظر فرما۔ ہمیں معاف کر دے۔ (آمین!)

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے قائدین نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کو جانیں کھپا ڈالی تھیں۔ آج امت کا قبلۂ اول امریکہ اسرائیل کے آخری چرکے کھا رہا ہے۔ امن منصوبے کے نام پر بیت المقدس پر قبضے کا دیرینہ یہودی خواب پورا کرنے کے درپے ہے۔ قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ غم خوار، ہر خطے میں مسلمانوں کے تحفظ کے لیے آواز اٹھاتا رہا۔ آج ٹرمپ 'صدی کی ڈیل' کا تذکرہ کر رہا ہے۔ فلسطینی شہروں پر متوقع اعلان کے پیش نظر بھاری اسرائیلی فوج کی تعیناتی ان کے عزائم کا پتہ دیتی ہے۔ فلسطینیوں کی پکڑ دھکڑ، کم عمر قیدیوں پر بدترین تشدد بلا روک ٹوک جاری ہے۔ امت سو رہی ہے۔ ہماری آواز کشکولی چندہ طلب نعرے لگاتی بیٹھ گئی ہے۔ غاصب، ظالموں جباروں کی خوشامد، چاپلوسی سے فرصت نہیں۔ ہم خود فقیر بے نوا ہو چکے۔ فلسطینیو، کشمیریو! جاؤ ہمیں پکار کر شرمندہ نہ کرو۔ طالبان کو آواز دو۔ ان کا جھنڈا لہراؤ۔ فتح کے فارمولے اور نسخے ان کے پاس ہیں۔ ہم سے مدد مانگ کر ہمیں شرمسار نہ کرو۔

ایک دو زخم نہیں جسم ہے چھلنی سارا
درد بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے نکلے!

☆☆☆

جاگو جگاؤ

ڈیل آف دی سنچری

محمد مشتاق ربانی

فلسطین پر اسرائیل کی جارحیت کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ عرب فلسطینیوں کی پشت پناہی اور مدد نہیں کرتے ہیں۔ خاص طور پر مصر، شام اور اردن کا کردار بہت اہم ہے کیونکہ ان کا بارڈر ملتا ہے۔

پوری مسلم اُمہ اور خاص طور پر فلسطینی مسلمانوں کو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ ٹرمپ کا یہ پلان اسرائیل کے نزدیک خوش آئند ہے لیکن فلسطینی اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ اس ڈیل کو رد کرتے ہیں۔ یہ پلان اسرائیل کی جانبداری پر مبنی ہے۔ اس پلان کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ مغربی کنارہ میں یہودی آبادکاری ہو۔ فلسطینیوں کا انخلاء ہو اور جو علاقے یہودیوں کے زیر قبضہ ہیں ان کی settlements اور occupatio کو قانونی تحفظ ملے۔ یہودی اس آبادکاری کو اردن کے بارڈر تک لے کر جانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یروشلم کو اسرائیل کا undivided capital تسلیم کیا جائے۔ اس بلو پرنٹ کا architect جیرڈ کشنر ہے جو ٹرمپ کا داماد ہے اور مذہباً یہودی ہے۔

فلسطینی چاہتے ہیں کہ مغربی کنارے، ایسٹ یروشلم اور غزہ سب کو ملا کر ایک آزاد فلسطینی ریاست قائم ہو۔ محمود عباس اگرچہ ٹرمپ کے نام نہاد peace plan کے حق میں نہیں ہیں لیکن وہ حقیقی فلسطینیوں کی آواز نہیں بن رہے۔ اُنہیں سختی سے اس پلان کی ہر جگہ مخالفت کرنی چاہیے۔ وائٹ ہاؤس نے یہ آفر پیش کی ہے کہ اگر یہ ڈیل طے پا جاتی ہے تو وہ 50 بلین ڈالر وہاں خرچ کرے گا جن میں 28 بلین ڈالر کی انویسٹمنٹ براہ راست ویسٹ بنک اور Gaza Strip میں ہوگی۔ دیکھا جائے تو یہ ایک لالچ ہے۔ مگر دھوکہ یہ ہے کہ ایسا چار سال بعد شروع ہو سکے گا بشرطیکہ فلسطینی ''اچھے بچے'' بن کر اسرائیل کے تمام مطالبات تسلیم کریں۔ ہتھیار چھوڑ دیں، تمام مزاحمتی تحریکیں بند کر دیں اور اپنے نصاب تعلیم میں اسرائیل کے لیے نرم جگہ بنائیں اور صیہونیوں کے بارے میں قابل نفرت مواد کو نکالیں۔ یہ تمام کچھ کریں گے تو پیش رفت ہوسکتی ہے، ورنہ فلسطینیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

Prosperity Peace to کے نام پر وہ مسلمانوں کو خریدنا چاہتے ہیں۔ فلسطینیوں کو یہ ڈیل کامیاب نہیں ہونے دینی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ عرب ممالک اور باقی دنیا کے مسلمان فلسطینیوں کے ساتھ کھڑے ہوں۔ اس سارے معاملے پر جوش وجذبہ کی اپنی جگہ قدر ہے، لیکن اس وقت عالمی سیاست اور مڈل ایسٹ کی سیاست کی سوجھ بوجھ رکھنا بھی بہت اہم ہے۔

اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جاتا ہے تو فلسطینیوں کی حیثیت ایک colony جیسی بن جائے گی۔ یہ اصل میں ڈیل آف دی سنچری کی بجائے deceit of the century ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ: حیات اور کارنامے

مولانا ابوالکلام آزادؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کے حکمرانوں کا عزم وجزم، عقل وتدبر پورے تناسب سے اس شخصیت کے دل ودماغ میں جمع ہوگیا تھا، عربی کتب، ادب وتاریخ ان کے تدبر کے واقعات سے لبریز ہیں۔ ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب وکامران رہی، وہ اپنے زمانے کے اہل اللہ اور مقرب الی اللہ تھے۔

جب خلیفہ ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کو مدینہ منورہ کا گورنر بنایا، تو آپؒ نے فرمایا کہ میں اسی شرط پر گورنری منظور کرتا ہوں کہ مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم واستبداد پر مجبور نہ کیا جائے۔ خلیفہ نے کہا: ''آپ حق وعدل پر عمل کریں خواہ خزانہ شاہی کو ایک پائی بھی نہ ملے'' آپؒ نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے علماء واکابر کو جمع کیا اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر آپ لوگوں کو میری ریاست میں کہیں بھی، کسی پر بھی ظلم وستم ہوتا ہوا نظر آجائے، تو خدا کی قسم مجھے اس کی اطلاع ضرور کریں۔ جب تک آپؒ مدینہ کے گورنر رہے کسی شخص نے آپؒ سے عدل وانصاف، نیکی وبھلائی، سخاوت، فیاضی، ہمدردی وغمگساری اور خیرخواہی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

خلیفہ سلیمان کی آخری بیماری میں اس سراپا عدل وانصاف کے پیکر کو شک ہوا کہ وہ کہیں آپؒ کو اپنا نائب اور جانشین نہ مقرر کردے؛ چنانچہ افتاں وخیزاں ''رجاء بن حیوۃ'' (وزیراعظم) کے پاس تشریف لے گئے اور یوں گویا ہوئے: ''مجھے خطرہ ہے کہ خلیفہ سلیمان نے کہیں میرے حق میں وصیت نہ کردی ہو؛ لہٰذا اگر اس نے وصیت کی ہوگی، تو آپ کے علم میں تو ضرور ہوگا، آپ مجھ کو بتادیں تاکہ میں استعفاء دے کر پہلے ہی سبکدوش ہوجاؤں اور وہ اپنی حیات میں ہی کوئی دوسرا انتظام کرجائیں'' رجاء بن حیوۃ نے اس وقت آپ کو ٹال دیا؛ مگر جب وصیت نامہ منصۂ شہود پر آیا، تو آپ ﷺ کا خطرہ بالکل درست ثابت ہوا، اس وقت خلیفہ سلیمان دنیا سے رخصت ہوچکے تھے، اس واسطے آپؒ نے عام مسلمانوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! مجھے میری خواہش اور تمہارے استصواب کے بغیر خلیفہ بنایا گیا ہے، میں تمہیں اپنی بیعت سے خود ہی آزاد کرتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ چن لو'' یہ سن کر مجمع سے بالاتفاق آواز آئی: ''یا امیرالمومنین! ہمارے خلیفہ آپ ہیں''

آپؒ نے ارشاد فرمایا: ''صرف اس وقت تک جب تک کہ میں اطاعت الٰہی کی حد سے باہر قدم نہ رکھوں'' اس گفتگو کے بعد شاہی سواریاں پیش کی گئیں؛ تاکہ آپؒ محل شاہی میں تشریف لے جائیں، آپؒ نے ارشاد فرمایا: ''انہیں واپس لے جاؤ! میری سواری کے لیے میرا خچر کافی ہے، جب علماء نے ممبر پر حسب رواج آپ کا نام لیا اور درود وسلام بھیجا، تو آپؒ نے فرمایا: ''میرے بجائے سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرو اگر میں بھی مسلمان ہوں گا، تو یہ دعا مجھے بھی خود بخود پہنچ جائے گی۔ ان تمام کارروائیوں کے مکمل ہونے کے بعد آپ اداس چہرے، حیران آنکھوں اور اڑے ہوئے رنگ کے ساتھ گھر آئے، لونڈی نے دیکھتے ہی کہا: ''آپؒ آج اس قدر پریشان کیوں ہیں؟'' فرمایا: ''آج مجھ پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ میں ہر مسلمان کا بغیر اس کے مطالبہ کے حق ادا کروں، آج میں مشرق ومغرب کے ہر یتیم ومسکین کا اور ہر بیوہ ومسافر کا جواب دہ بنایا گیا ہوں، پھر مجھ سے زیادہ قابل رحم اور کون ہوسکتا ہے؟ آپؒ نے سب سے پہلے اپنے گھر سے احتساب کا آغاز کیا۔ پہلے اپنے زیر قبضہ جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کردیں۔ اپنی بیوی کے زیورات جو خلیفہ عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیئے تھے۔ بیت المال میں جمع کرادیئے۔ جب دامن پاک اور گھر صاف ہوچکا، تو آپؒ اہل خاندان کی طرف متوجہ ہوئے اور یزید اور معاویہ تک کے وارثوں کو ایک ایک کر کے پکڑا اور تمام غصب شدہ جائیداد اور اموال اصل وارثوں کو واپس کردیے، مال ودولت اس کثرت سے واپس ہوا کہ حکومت عراق کا خزانہ خالی ہوگیا اور اخراجات کے لیے دمشق سے وہاں روپیہ بھیجا گیا۔ بعض خیرخواہوں نے کہا: ''یا امیرالمومنین! آپ اپنی اولاد کے لیے کچھ چھوڑ دیں'' تو ارشاد فرمایا: ''میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے اپنے گھر والوں کے روزینے بند کردیے، جب انہوں نے تقاضا کیا تو فرمایا: ''میرے اپنے پاس کوئی مال نہیں ہے اور بیت المال میں تمہارا حق بھی اسی قدر ہے جتنا کہ اس مسلمان کا جو سلطنت کے آخری کنارے پر آباد ہے، پھر میں تمہیں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ کس طرح دے سکتا ہوں؟ خدا کی قسم اگر ساری دنیا بھی تمہاری ہم خیال ہوجائے تو پھر بھی میں نہیں دوں گا۔

آپؒ نے سلطنت کے تمام ظالم عہدہ دار جن کے مزاج بگڑے ہوئے تھے۔ دائرہ نظم ونسق سے الگ کردیے۔ عوام پر ہر قسم کا تشدد یک لخت ہٹادیا۔

خراسان کے گورنر کا خط آیا کہ اس ملک کے لوگ سخت سرکش ہیں اور تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز ان کی سرکشی کو دور نہیں کرسکتی۔ آپ نے جواب بھیجا آپ کا خیال بالکل غلط ہے، بے لاگ حق پرستی اور معدلت گستری انہیں ضرور درست کرسکتی ہے۔ اب آپ اسی کو عام کیجیے۔

آپؒ نے فرمان جاری کیا تھا کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوجائے تو اس سے جزیہ کا ایک درہم بھی وصول نہ کیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ ہی ہزاروں لوگ مسلمان ہوگئے اور جزیہ کی مد کا جنازہ اٹھ گیا۔ حیان بن شریح نے رپورٹ کی کہ آپ کے فرمان سے لوگ اس کثرت سے مسلمان ہونے لگے ہیں کہ جزیہ کی آمدنی ہی ختم ہوگئی ہے اور مجھے قرض لے لے کر ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔ آپ نے جواب بھیجا جزیہ بہرحال موقوف کردو اور یہ سمجھو کہ حضرت محمد ﷺ ہادی راہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ محصل خراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے غیر مسلم مسلمان ہوجائیں اور ہماری تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ ہم اپنے ہاتھ سے کمائیں اور کھائیں۔

عدی بن ارطاط گورنر فارس کے عہدہ دار باغوں میں پھلوں کا تخمینہ کر کے انہیں کم قیمت پر خرید لیتے تھے آپ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے تین آدمیوں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کردی اور عدی کو لکھا اگر یہ سب کچھ تمہاری پسند یا ایماء سے ہورہا ہے تو میں تم کو مہلت نہ دوں گا۔ میں ایک تحقیقاتی وفد بھیجتا ہوں۔ اگر میری اطلاع صحیح نکلی تو یہ تمام پھل باغات کے مالکوں کو واپس کردیں گے۔ تم کمیٹی کے کام میں ذرا بھی مداخلت نہ کرنا۔

ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہوگیا حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کو اس کی اطلاع ملی تو

آپ بے قرار ہو گئے۔ اسی وقت قلم ہاتھ میں لیا اور یمن کے افسر خزانہ کو لکھا میں تمہیں خائن قرار نہیں دیتا پھر بھی تمہاری لاپرواہی کو اس کا جرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کی طرف سے مال کا مدعی ہوں تم اس پر شرعی حلف اٹھاؤ کہ دینار کی گمشدگی میں تمہارا ہاتھ نہیں ہے۔

سلطنت کا دفتر عملہ شاہی احکام کے اجراء میں کاغذ، قلم، دوات اور لفافے خوب استعمال کرتا تھا۔ جب حضرت عمر بن العزیز ؒ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس فضول خرچی اور نمائش کی طرف بھی توجہ فرمائی اور ابوبکر بن حزم اور دوسرے اہلکاروں کو لکھا:

''تم وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں روشنی کے بغیر گھر سے مسجد نبویؐ میں جایا کرتے تھے۔ بخدا آج تمہاری حالت اس سے بہت بہتر ہے۔ اپنے قلم باریک کر لو، سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ دفتری ضروریات میں کفالت شعاری برتو۔ میں مسلمانوں کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا، جس سے ان کو براہ راست کوئی فائدہ نہ ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی سلطنت کے اندر مسلم اور غیر مسلم کے شہری حقوق کو یکساں کر دیا، حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو کسی وجہ سے قتل کر دیا۔ آپؒ نے قاتل کو پکڑ کر مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ایک عیسائی نے خلیفہ عبدالملک کے بیٹے ہشام پر دعویٰ کر دیا، جب مدعی اور مدعاعلیہ حاضر ہوئے تو آپؒ نے دونوں کو برابر کھڑا کر دیا، ہشام کا چہرہ اس بے عزتی پر فرطِ غضب سے سرخ ہو گیا، آپؒ نے یہ دیکھا تو فرمایا: ''اس کے برابر کھڑے رہو، شریعتِ حقہ کی شانِ عدالت یہی ہے کہ ایک بادشاہ کا بیٹا عدالت میں ایک نصرانی کے برابر کھڑا ہو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ حکومت صرف ڈھائی سال ہے، اس مختصر اور قلیل مدت میں خلقِ خدا نے یوں محسوس کیا کہ زمین وآسمان کے درمیان عدل کا ترازو کھڑا ہو گیا ہے اور فطرتِ الٰہی خود آگے بڑھ کر انسانیت کو آزادی محبت اور خوشحالی کا تاج پہنا رہی ہے۔ لوگ ہاتھوں میں خیرات لیے پھرتے تھے؛ مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا کہ یہاں کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا، اور عطیات کو واپس کر دیتے تھے، عدی بن ارطاط (والیٔ فارس) نے آپ کو لکھا کہ یہاں خوش حالی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عام لوگوں کے کبر وغرور میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو گیا ہے، آپ نے جواب بھیجا لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دینا شروع کر دو۔

ایک طرف لاکھوں اور کروڑوں لوگ امن ومسرت اور راحت وشادمانی کے شادیانے بجا رہے تھے، تو دوسری طرف وہ وجودِ مقدس جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا تھا روز بروز لاغر وضعیف ونزار ہوتا چلا جا رہا تھا، اسے دن کا چین میسر نہیں تھا، اسے رات کی نیند نصیب نہ تھی، جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے گورنر بنائے گئے، تو اس وقت ان کا ذاتی ساز وسامان اس قدر وسیع اور عظیم تھا کہ صرف اسی سے پورے تیس اونٹ لاد کر مدینہ منورہ بھیجے گئے، جسم اس قدر تر وتازہ تھا کہ ازار بند پیٹ کے پٹوں میں غائب ہو جاتا تھا، لباسِ تنعم وعطریات کے بے حد شوقین تھے، نفاست پسندی کا یہ عالم تھا کہ جس کپڑے کو دوسرے لوگ آپؒ کے جسم پر ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے دوبارہ نہیں دیکھتے تھے، خوشبو کے لیے مشک اور عنبر استعمال کرتے تھے، رجاء بن حیوۃ کا بیان ہے کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس اور معطر شخص عمر بن عبدالعزیزؒ تھے، آپ جس طرف سے گزرتے تھے گلیاں اور بازار خوشبو میں نہا جاتے؛ لیکن جس دن خلیفۂ اسلام بنائے گئے، آپؒ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں لباس، عطریات، ساز وسامان، محلات، لونڈی وغلام اور سواریاں سب بیچ دیے، اور قیمت بیت المال میں داخل کر دی، آپؒ کے پاس صرف ایک جوڑا رہتا تھا جب وہ میلا ہوتا، اسی کو دھو کر پہن لیتے تھے، مرض الموت میں آپ کے سالے نے اپنی بہن فاطمہ یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ سے کہا: ''امیرالمومنین کی قمیص بہت میلی ہو رہی ہے لوگ بیمار پرسی کے لیے آتے ہیں اسے بدل دو۔'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی نے یہ سنا اور خاموش ہو گئیں، بھائی نے جب پھر یہی تقاضا کیا تو فرمایا: ''خدا کی قسم! خلیفۂ اسلام کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے، میں کہاں سے دوسرا کپڑا پہنا دوں'' اور یہ جوڑا بھی خلیفۂ وقت کے بدن پر جو تھا صحیح سالم نہ تھا، اس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

دورانِ خلافت آپؒ سارا دن سلطنت کی ذمہ داریاں نبھاتے اور رات کے وقت عشاء پڑھ کر تن تنہا مسجد میں بیٹھ جاتے اور ساری ساری رات جاگتے، سوتے، گریہ وزاری میں بسر کر دیتے۔ بیوی سے ان کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی، ایک دن انہوں نے تنگ آ کر پوچھا، تو ارشاد فرمایا: ''میں نے ذمہ داری کے سوال پر بڑی اچھی طرح غور وخوض کیا ہے اور اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسفید کاموں کا ذمہ دار ہوں، مجھے یہ یقین ہو چکا ہے کہ میری سلطنت کے اندر جس قدر بھی غریب، مسکین، یتیم، مسافر اور مظلوم موجود ہیں ان سب کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کے متعلق مجھ سے پوچھے گا، رسول اللہ ﷺ ان سب کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے؛ اگر میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے جواب نہ دے سکا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ جب میں ان سب باتوں کو سوچتا ہوں تو میری طاقت گم ہو جاتی ہے، دل بیٹھ جاتا ہے، آنکھوں میں آنسو بے دریغ بہنے لگتے ہیں۔''

101ھ میں اموی خاندان کے بعض لوگوں نے آپؒ کے غلام کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر آپ کو زہر دلوا دیا، آپ کو اس کا علم ہوا تو غلام کو پاس بلایا، اس سے رشوت کی اشرفیاں لے کر بیت المال میں بھجوا دیں اور فرمایا: ''جاؤ میں تمہیں اللہ کے لیے معاف اور آزاد کرتا ہوں''۔ پھر اپنے بیٹوں کو پاس بلایا اور فرمایا: ''اے میرے بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی، ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے، دوسری یہ کہ تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، میں نے آخری بات پسند کر لی، اب میں تمہیں صرف خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔

وصیتیں کرنے کے بعد پیغامِ ربانی آ گیا اور زبانِ مبارک پر یہ آیات جاری ہو گئیں: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا وَّلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ o﴾ اور روحِ اطہر جسم سے پرواز کر گئی۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون o

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی زندگی اور موت نصیب فرمائے۔ آمین، یارب العالمین

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، وہاڑی کے سینئر رفیق جناب غلام رسول بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0303-5230705

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

سیمینار: کشمیر/شہریت قانون

کیا بھارت کے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع ہو گئی ہے؟

احمد علی محمودی

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام ’’کشمیر/شہریت قانون، کیا بھارت کے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع ہوگئی ہے؟‘‘ کے عنوان سے ایک سیمینار 5 فروری 2020ء کو قرآن آڈیٹوریم، لاہور میں زیر صدارت امیر تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید منعقد ہوا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف نے ادا کیے، سیمینار میں رفقاء واحباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی، پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت جناب قاری تنویر احمد نے حاصل کی، اس کے بعد جناب سید محمد کلیم شاہ نے نعت رسول مقبول ﷺ اور کلام اقبال پیش کیا، سیمینار سے مقررین نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حافظ عاکف سعید: (امیر تنظیم اسلامی پاکستان) ایک واقعہ ہے جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، جب کشمیر کا معاملہ شروع ہوا تو اسلام آباد میں جماعت اسلامی کی جانب سے کشمیر کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت اور آزاد کشمیر کی اہم شخصیات شامل تھیں، اس کانفرنس میں کشمیری قیادت نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے، اس اُمید کا اظہار کیا کہ پاکستان کشمیریوں کی مدد کرے، انڈیا مقبوضہ وادی میں جو ظلم وستم ڈھا رہا ہے، کشمیریوں کو ان سے نجات دلائی جائے۔ اس موقع پر میں نے یہ عرض کیا کہ مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اللہ کی مدد نہیں ہے، ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری کا ہے اور ہم اس وقت اللہ کے عذاب میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین ملک عطا فرمایا، ہر طرح کے وسائل سے نوازا، وہ کون سی نعمت ہے جو ہمیں حاصل نہ تھی؟ بلکہ پاکستان پہلے دو حصوں مشرقی اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھا، ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو دو اطراف سے اس نے انڈیا کو گھیرے ہوئے تھا، مگر ہم نے کیا کیا؟ ستر برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے، ابھی تک اس ملک میں اللہ کا دین قائم نہیں ہوسکا، بڑی ڈھٹائی کے ساتھ سودی معاملات چل رہے ہیں، ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کا کوئی ارادہ دکھائی نہیں دے رہا، جب کہ سودی نظام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھلی جنگ ہے، اس جنگ کی وجہ سے ہم اللہ کی رحمت سے دور ہو چکے ہیں، لہٰذا ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ یہ پیغام میں نے کشمیری قیادت کے سامنے رکھا۔ یہی پیغام میں آج آپ کے سامنے بھی رکھ رہا ہوں، اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم کریں گے تو یقیناً ہم اس قابل ہوں گے کہ پھر نہ صرف کشمیریوں بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کی مدد کرسکیں گے۔

خالد محمود (سابق چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ) ہندوستان کے موجودہ حالات تقریباً پچھلے ایک ہزار سال کی طویل منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں، جو کچھ آج ہندوستان میں ہو رہا ہے، اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے کونسی ذہنیت کارفرما ہے۔ 1885ء میں کانگریس بنی اور اُنہوں نے اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا۔ کانگریس ہندوؤں کی مجبوری تھی۔ اس کا جو سلوگن تھا، وہ بھی ہندو قوم کی مجبوری تھی، اگر ہندو اور مسلمان اکٹھے ہو کر آزادی کے لیے کوشش نہ کرتے تو ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگا تھا جس کے نتیجے میں موہن داس مہاتما گاندھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترک لیڈر بن کر اُبھرے، انہیں گاندھی جی کہا جاتا تھا۔ اتحاد کے نتیجے میں وہ کامیاب ہوئے اور ہندوستان آزاد ہوا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا اور اپنا وطن حاصل کر لیا، لیکن جیسے جیسے یہ معاملہ آگے بڑھا، ہندوؤں کی اصل منصوبہ سازی کھل کر سامنے آگئی۔ ہندو انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس کانگریس کے ہندو مسلم اتحاد کے سخت خلاف تھی، جس کا کہنا تھا کہ ہندوستان ہندوؤں کی ملکیت ہے، یہاں کسی اور کی سوچ کا غلبہ نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اگر یہاں رہنا ہے تو وہ ماتحت بن کر رہیں، انہوں نے ہندوستان کا ترنگا مسترد کر دیا، آئین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان پر چار مرتبہ پابندی لگی۔ ہندوؤں کی ہمیشہ سے یہ سوچ رہی کہ نئی سوچ یا نیا مذہب مٹا دیا جائے، ابتدا میں یہ خطرناک سوچ کامیاب نہ ہوئی۔ بی جے پی نے الیکشن میں حصہ لیا۔ ابتدا میں واضح کامیابی نہ ملی مگر بعد میں وہ کامیاب ہوگئے تو انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ شہریت بل پاس کیا۔ اندیشہ ہے کہ اس قانون کے نتیجے میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اپنی شہریت سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ بہت ہی خوفناک منظرنامہ ہے، ہندوستان کے ذی شعور طبقے نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حکومت کو اس میں کوئی تبدیلی کرنا پڑے مگر اس کی کوئی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ کشمیری وہ بدقسمت قوم ہے جو ڈوگروں کے ہاتھ بیچی گئی۔ ہم 1947ء سے جنگ لڑ رہے ہیں۔ مسلح دستے بھی کشمیر میں گئے، جس کے نتیجے میں کشمیر کا کچھ حصہ آزاد ہوا۔ مسلح دستے مزید آگے بڑھتے اور پورے کشمیر پر کنٹرول کر لیتے لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔ اس کے بعد بھی کئی مواقع حاصل ہوئے مگر کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ہمارے حکومتی عہدے دار کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے سفارت خانوں سے کہیں کہ وہ کشمیر کاز کو آگے بڑھائیں۔ لوگوں میں آگاہی پیدا کریں۔ کشمیر کمیٹی سیکیورٹی کونسل کے مستقل ممبران کے سامنے اپنا کیس پیش کرے، عالمی میڈیا کے ذریعہ اس مسئلہ کو مزید اجاگر کیا جائے، اقوام متحدہ عالمی مبصرین مقبوضہ وادی میں بھیجے، مسئلہ کشمیر کے حق میں رائے عامہ ہموار کی جائے، اگر حق کی خاطر لڑنا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

اوریا مقبول جان: (معروف کالم نگار و تجزیہ کار) مسئلہ کشمیر کا مدتوں سے رونا رویا جا رہا ہے، دنیا کی باقی قوموں نے فسطائی طاقتوں سے آزادی حاصل کی ہے تو کشمیریوں کو بھی آزادی کی نعمت ملنی چاہیے، کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ جمہوریت دنیا کی سب سے بڑی ڈکٹیٹر شپ ہے۔ آمر کو تو گالی دے دیتے ہو کہ وہ ظالم ہے لیکن 91 ممالک کی آمریت کو کیسے گالی دو گے؟ آر ایس ایس نے ایک نعرہ لگایا ہم اپنی زمین پر پیدا ہونے والے کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے کسی شہری کی شہریت کا حق تسلیم نہیں کرتے۔ یہاں

صرف ہندو کو شہریت کا حق حاصل ہے۔ اُنھوں نے جمہوریت کا راستہ اس وقت اختیار کیا، جب اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ راستہ اب ان کے لیے بالکل ٹھیک ہے۔ 1925 سے 1980 بجرنگ کی تحریک نے واضح طور پر کہا تھا کہ جو پاک ہونا اور واپس ہندو ہونا نہیں مانتا اُسے قتل کردو، ہماری اکثریت ہے اور 7 کروڑ مسلمان 22 کروڑ ہمارے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔ ہر دور کی جنگ کا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے۔ کشمیری عوام کے قائد سید علی گیلانی نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ جب پاکستان مضبوط ہو گا تو وہ کشمیر آزاد کرا لے گا۔ اس بیان کے جواب میں میں نے کہا نہیں، اس مسئلہ کا پاکستان کی مضبوطی سے کوئی تعلق نہیں۔ انڈیا جب کمزور ہو گا تو کشمیر آزاد ہو گا۔ کشمیر اس وقت آزاد ہو گا جب یہ نعرہ لگے گا کہ ہم نے ان مسلمانوں کو آزاد کرانا ہے جو ہندوستان کی تحویل میں ہیں اور آج وقت آ چکا ہے، جو کہتا ہے کہ مذاکرات اس مسئلہ کا حل ہیں، وہ مغربی ایجنڈے پر عمل پیرا ہے۔ 48 ممالک کی طاقتیں افغانستان میں آئیں مگر وہ بری طرح ناکام ہوئیں، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وعدہ آج بھی اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ اظہارِ غلبہ کی آیات پڑھنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ جب تک کشمیر کی جنگ، امت کی جنگ نہیں بنتی، اس وقت تک فتح تو دور کی بات ہے، آپ فتح کی خوشبو سے بھی دور رہیں گے۔ آپ کھل کر کہیں کہ کشمیری اگر ہتھیار اُٹھاتا ہے تو وہ قابل احترام ہے۔ وہ آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے، کشمیری ایک مقبوض قوم ہے، کشمیر میں جاری ظلم و ستم کے خاتمہ کے لیے منافقت چھوڑنا پڑے گی، تب ہی فتح نصیب ہو گی۔

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: (امیر حلقہ تنظیم اسلامی، اسلام آباد) بھارت کے خاتمہ کی اُلٹی گنتی شروع ہو سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ بھارت کا مسلمان اپنی حیثیت کو تسلیم کرے کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور وہ زمین پر اللہ کا نمائندہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمان شہری اور دانشوروں نے سیکولرازم کے حق میں دلائل دینا شروع کر دیے اور اپنے لیے ہندوستان کو پُرامن جگہ سمجھ بیٹھے کہ یہاں سیکولرازم ہے اور ہمیں آزادی حاصل ہے۔ تو اب شہریت قانون کے حوالہ سے غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے۔ کشمیر کے حوالہ سے ہمارے دانشور ہمیں یہ پٹی پڑھا رہے ہیں کہ دور بدل گیا ہے۔ اب جنگوں کا معاملہ نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری فوج کو بھی یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم اس وقت وَھن کے مرض میں مبتلا ہیں۔ دنیا میں چند دن رہنے کی تمنا ہے۔ کشمیری مظلوم قوم ہے، انڈونیشیا میں عیسائیوں کی ایک علیحدہ مملکت بن گئی۔ سوڈان میں عیسائیوں کی ریاست قائم ہو گئی ہے تو کیا کشمیر کو الگ ریاست نہیں بنایا جا سکتا تھا، ان کا قصور صرف ایک ہے کہ یہ مسلمان ہیں۔ آج کا پاکستان اگر انڈیا کے سامنے ڈٹ جائے تو انڈیا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گا۔ حق والوں نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی ہے، مظلوم کشمیریوں کو آزاد کرانا ہمارا دینی فریضہ ہے۔

ایوب بیگ مرزا: (مرکزی ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان) تقسیم ہند کے وقت ہندو اور انگریز ایک صف میں کھڑے ہو گئے۔ اور اُنہوں نے پاکستان بننے کی مخالفت کی۔ انگریز پاکستان بننے کے خلاف تھا، تقسیم ہند کے خلاف نہیں تھا اور یہی وجہ بنی کہ پاکستان کو بنانے میں نسبتاً آسانی اسی لیے پیدا ہو گئی تھی۔ کانگریس چونکہ پرانی جماعت تھی اور پہلے بن چکی تھی اس کا عوام میں بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا۔ لہٰذا انگریز کا رجحان بھی اسی کی طرف تھا۔ 3 جون 1947ء کو تقسیم کا فارمولہ طے ہوا تھا کہ برصغیر ہند کے جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، وہ پاکستان کے ساتھ شامل ہوں گے اور جن علاقوں میں ہندو اکثریت میں ہیں، وہ ہندوستان کے ساتھ شامل ہوں گے۔ انگریز کی ہمدردیاں ہندوؤں کے ساتھ تھیں، اُس نے پاکستان کے لیے ہر حوالہ سے رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں کیں۔ ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہوا، انگریز یہ نہیں چاہتا تھا کہ برصغیر کا یہ علاقہ ایک متحدہ صورت میں نظر آئے۔ وہ بہت دور کی سوچتا تھا کہ کسی وقت یہ ہو سکتا ہے کہ مسلم اور ہندو میں دوستی اور اتحاد ہو جائے اور اس کے نتیجے میں ہندوستان ایک بہت بڑی طاقت بن جائے، جس سے یورپ کو خطرہ لاحق ہو، اسی لیے کشمیر کا مسئلہ کھڑا کیا گیا۔ انگریز کا تقسیم کرو اور حکومت کرو کا فارمولہ پہلے بھی چلتا تھا اور تقسیم کے بعد بھی چلتا رہا۔ کشمیر میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اور 5 اگست کو ہندوستان نے جو اقدام کیا، وہ عالمی قوتوں کے ساتھ مل کر کیا۔ عالمی قوتیں اس کی پشت پر تھیں، اگرچہ عوامی سطح پر اس کا کچھ ردعمل سامنے آیا لیکن حقیقتاً کوئی عملی قدم نہیں اُٹھایا گیا۔ اس وقت ہندوستان اور پاکستان اپنی پٹڑی سے اُتر چکے ہیں۔ دونوں ممالک کو واپس اپنی پٹڑی پر آنا چاہیے اور وہ راہ اختیار کرنی چاہیے، جس میں دونوں ممالک کی بہتری ہو۔

اعجاز لطیف: (نائب امیر، تنظیم اسلامی پاکستان) انڈیا میں ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے کالکی اوتار۔ اس کتاب کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو اب تک جیل میں ہوتا اور اس کتاب پر پابندی لگ چکی ہوتی مگر اس کتاب کا مصنف پنڈت وید پرکاش برہمن ہندو الہ آباد یونیورسٹی سے وابستہ سنسکرت کا معروف محقق اور سکالر ہے۔ اس نے اپنی اس کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ کالکی اوتار جس کا ان کی کتاب وید میں تذکرہ ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس تحقیق کو ان کے آٹھ مشہور محققین پنڈتوں کے سامنے پیش کیا گیا جو اپنے اپنے شعبے میں مستند سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس کتاب کے بغور مطالعہ و تحقیق کے بعد یہ تسلیم کیا کہ اس کتاب میں پیش کیے گئے حوالے مستند اور درست ہیں، اس نے اپنے دعوے کی دلیل میں شواہد اپنی مذہبی کتاب وید سے پیش کیے ہیں، جس میں لکھا ہے کہ کالکی اوتار بھگوان کا آخری اوتار ہو گا۔ جو پوری دنیا کو راستہ دکھائے گا، اس بات کا حوالہ دینے کے بعد پنڈت وید پرکاش یہ کہتے ہیں کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں درست ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدس کتابوں میں کالکی اوتار کے واضح اشارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہیں، دوسرے لفظوں میں وہ کہہ رہا ہے کہ عافیت اسی میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو مانا جائے اور ان کی ہدایت کی پیروی کی جائے۔

اب رہا سوال ہندوستان کی اس وقت کی معیشت اور معاشرت کا۔ تو وہ بُری طرح سے تنزل کا شکار ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ غریب، اَن پڑھ اور بے روزگار افراد ہندوستان میں ہیں۔ جسم فروشی، جسمانی اعضاء فروشی، غربت کے ہاتھوں خودکشی اور بچیوں کو ماؤں کے پیٹوں میں قتل کر دینے والوں کی سب سے بڑی تعداد ہندوستان میں ہے۔ کل 29 صوبے ہیں، جن میں سے 22 صوبے آزادی کے طلب گار ہیں۔ ہندوستان ایڈز پھیلانے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اور وہاں ایڈز کے مریضوں کے لیے باقاعدہ ایک ٹرین چلتی ہے۔ یہ وہ شواہد ہیں جن کے حوالہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے خاتمے کی اُلٹی گنتی کا آغاز ہو چکا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

Trump and Balfour Compared

Much has already been written about the Trump administration's release of its long-awaited plan for Israeli-Palestinian peace. I will not repeat the criticisms. Instead, I will focus on what I found to be the striking and disturbing parallels between this Trump "Deal of the Century" and last century's infamous "Balfour Declaration".

Though certainly longer and more pretentious than the "Declaration", in many ways, the "Deal" reflects much of the same intent and logic as its predecessor. There are also, of course, some significant differences.

One initial difference, of course, is that while Lord Balfour's statement was just one rather complicated sentence of 67 words, President Trump's "Peace to Prosperity: A vision to Improve the Lives of the Palestinian and Israeli People" is over one hundred pages, including appendices of details, maps and charts. But here's what they have in common. Both are examples of the extraordinary arrogance of imperial powers. Both are inherently racist, viewing one group of people as superior, with their rights as more important than those of another less favoured group. And both were motivated by callous religious and political considerations.

In the 20th century, the founders of the political Zionist movement realized they could not achieve their ambition of founding a national home for the Jewish people unless they had an imperial sponsor to support them. In succession, they courted the Ottoman sultan, the German kaiser, and even the Russian czar. When it became clear that Great Britain would be a willing accomplice, they focused energy on winning its support.

The British needed little convincing since they understood the potential role Jewish colonization could play in securing their Middle East ambitions. And the British government was hopeful that by issuing the Declaration, they might win the support of influential Jewish leaders in the US to support the Allied powers against the Central Powers in World War I.

In issuing his Declaration, Balfour pledged to support the creation of a Jewish "national home" that would help to secure their interests in the eastern Mediterranean region. In doing so, Balfour gave no consideration to the fact that the land he was promising was not his to give. Great Britain was, after all, an imperial power and could whatever it wanted to do. He also demonstrated little or no regard for the rights of the inhabitants of that land.

The Declaration did include a phrase saying "that nothing should be done which may prejudice the rights of the existing non-Jewish communities in Palestine", but that was never intended to be taken seriously. When chided by then US President Wilson, that the aspirations and rights of the inhabitants of Palestine should be considered, Balfour made his intentions clear, saying that:

> "In Palestine, we do not propose even to go through the form of consulting the inhabitants of their wishes…Zionism…is of far greater importance…than the desires and prejudices of the 700,000 Arabs who inhabit that land."

Imperial arrogance, racism and disregard for the rights of the Palestinians, Jewish religious 'callings' and callous domestic politics, these were the elements that motivated Balfour. They are the same elements that can be seen to be behind Trump's "Deal of the Century". There is, however, in the Trump "Deal" an additional element that makes it even more disturbing than its predecessor — and that is its blatant disingenuousness.

In awarding to Israel huge swaths of the West Bank, including all of "East Jerusalem", like Balfour, Trump "gives" away land that isn't his to give, but then, the US, under Trump, sees itself as

a law unto its own and can do whatever it pleases. In subordinating Palestinians rights to Israeli security concerns and placing onerous burdens on Palestinians, while placing none on the Israelis, Trump, like Balfour, is demonstrating that, in his mind, Israeli needs and their very humanity are of greater importance to him than those of the "Arabs who inhabit that ancient land". And in timing the release of his plan to deflect from his trial in the US Senate and inviting to its launch his most ardent Jewish and right-wing Christian Evangelical supporters, Trump was making clear that domestic politics were of utmost importance in his calculations.

What makes this "Deal" more disturbing than the "Declaration" is that it ignores the history and consequential developments of the last century, two devastating world wars, the emergence of a body of international law and conventions that sought to learn the lessons of those wars and regulate the behavior of nations in times of war, and multiple Arab-Israeli wars that have taken the lives of tens of thousands, left millions as refugees, and created a deep well of bitterness among those who were expelled and those denied their legitimate rights under a cruel occupation. The Trump "Deal" pretends that it can brush all of this history aside, tear up this body of laws and conventions, and disregard the humanity of the victims of dispossession and loss of rights.

Most disturbing is that, like a real estate huckster, the "Deal" attempts to do all this with a trickster's "sleight of hand", saying "it's a great deal for the Palestinians", "theirs for the taking", "a win-win", "it's their last chance", and then cynically adding "if they don't screw it up". In this regard, the Trump "Deal" makes clear where it is ultimately different than Balfour's Declaration. At least Balfour was honest about his disregard for the rights of the Palestinians.

I would like to be high-minded and state that this "Deal" will never succeed. But I have learned my own hard lessons from history. An uncontested imperial power can flaunt international law and wreak havoc, leaving vulnerable people to pay the price for its arrogance and callousness. As it is, the embrace of Trump's plan by the Israel right, and that includes both Netanyahu and his opposition, will embolden them to move aggressively to take advantage of this license they have been given to consolidate their hold over the Occupied Territories. The divided and visionless Palestinian leadership is in no position to mount an effective challenge either to Trump or Israel. And the equally divided Arab World and the ineffectual EU will complain but take no meaningful action as Israel moves to consolidate its hold on the territories. What we have, finally, is a one-state reality, an apartheid state, and with that, we enter a new period of struggle for equality and human rights.

Welcome to the world ushered in by the "Deal of the Century". It is a world not unlike the one that confronted Arabs in Balfour's World War I era, the injustices it will bring forth and the struggle for justice it will give birth to will continue.

Source: ***An article by James J. Zogby***
Courtesy: ***The Jordan Times (3 February 2020)***

Note: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے نقیب جناب ثناءاللہ سنگھیڑا کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0322-6140134

☆ فیصل آباد شمالی کے مبتدی رفیق عامر شہزاد کے والد وفات پا گئے۔

☆ فیصل آباد، مدینہ ٹاؤن کے رفیق ڈاکٹر مصعب بن عبدالسمیع کی خالہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ بہاول نگر، فورٹ عباس کے امیر وقار اشرف کے تایا جان وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-6988856

☆ رفیق تنظیم اور مکتبہ خدام القرآن لاہور کے کارکن عبدالمتین مجاہد کے چچا وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.7

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore